اہلِ سنت و جماعت میں در آنے والی بعض اعتقادی، تحقیقی اور عملی
کمزوریوں کی اصلاح کی ایک عاجزانہ کوشش

اصلاحِ امّت

منجانب

علماء و مشائخ اہلِ سنت و جماعت

باہتمام

حضرت علامہ پیر
سید کرامت علی حسین
(سجادہ نشین علی پور سیداں نارووال)

حضرت خواجہ پیر
محمد معظم الحق معظمی
(سجادہ نشین خانقاہِ معظمیہ سرگودھا)

اہلِ سنت وجماعت میں در آنے والی بعض اعتقادی تحقیقی اور عملی
کمزوریوں کی اصلاح کی ایک عاجزانہ کوشش

اصلاحِ اُمّت

منجانب

علماء ومشائخِ اہلِ سنت وجماعت

باہتمام

حضرت علامہ پیر
سید کرامت علی حسین
(سجادہ نشین علی پور سیداں نارووال)

حضرت خواجہ پیر
محمد معظم الحق معظمی
(سجادہ نشین خانقاہ معظمیہ سرگودھا)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فہرستِ مضامین

☆......☆......☆

تقدیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْد

مسلکِ اہل سنت و جماعت کے علمائے کرام، مشائخ عظام اور اہلِ فکر ونظر ہر دور میں اصلاحِ امت کے لیے کوشاں رہے ہیں اور بہتر سے بہتر تدابیر اختیار کرتے رہے ہیں۔ زیرِ نظر تحریر اسی تسلسل کی ایک کڑی ہے اور اس کا سہرا کسی ایک شخصیت کے سر نہیں ہے۔ مرتبین و متفقین کی بلا امتیاز فہرست مقدمے میں دی جا رہی ہے۔

اس مضمون کو دس (۱۰) عنوانات پر تقسیم کیا گیا ہے۔

(۱)۔ علمی اصلاحات اور علماء کی ذمہ داریاں۔ (۲)۔ تکفیر کا اصول۔

(۳)۔ میلاد النبی وسیرت النبی ﷺ کی محافل۔ (۴)۔ شاعری کی اصلاح۔

(۵)۔ مروّجہ نعت خوانی کی اصلاح۔ (۶)۔ زیارتِ قبور کا طریقہ۔

(۷)۔ خانقاہی اصلاحات۔ (۸)۔ تنظیمی اصلاحات۔

(۹)۔ حکومت کی اصلاح۔ (۱۰)۔ اصلاحِ عوام۔

دین ومسلک کا یہ درد اور جذبہ ہمیں قرآن مجید اور اُسوہِ حبیب کریم ﷺ سے ملا ہے اور تمام مجددینِ ملت اور خصوصاً حضور سیدنا غوثِ اعظم شیخ عبد القادر جیلانی، حضرت امام ربانی مجددِ الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی، حضرت شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی اور امامِ اہل سنت مجددِ دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمہم اللہ تعالیٰ سے ملا ہے اور ہم ان مجددین کی بلندیِ درجات کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور دست بہ دعا ہیں۔

صوفیِ اجل حضرت حارث محاسبی نے کیا خوب لکھا ہے: وَ ابْذُلِ النَّصِیْحَۃَ

لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ، وَشَاوِرْ فِيْ اَمْرِكَ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ اللّٰهَ، قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ، وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ، وَاعْلَمْ اَنَّ مَنْ نَصَحَكَ فَقَدْ اَحَبَّكَ وَمَنْ دَاهَنَكَ فَقَدْ غَشَّكَ، وَمَنْ لَمْ يَقْبَلْ نَصِيْحَتَكَ فَلَيْسَ بِاَخٍ لَّكَ، قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: لَا خَيْرَ فِيْ قَوْمٍ لَيْسُوْا بِنَاصِحِيْنَ وَلَا خَيْرَ فِيْ قَوْمٍ لَا يُحِبُّوْنَ النَّاصِحِيْنَ

ترجمہ: اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے لیے نصیحت پر محنت کر، اپنے معاملات میں ان لوگوں سے مشورہ لے جو اللہ سے ڈرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (فاطر:۲۸)۔ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ (مسلم:۱۹۶)۔ اور جان لو کہ جس نے تمہیں نصیحت کی اس نے تم سے محبت کی، اور جس نے تمہاری چاپلوسی کی اس نے تمہیں دھوکا دیا، اور جو تیری نصیحت کو قبول نہ کرے وہ تیرا بھائی نہیں، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس قوم میں کوئی بھلائی نہیں جو نصیحت نہیں کرتی اور اس قوم میں بھی کوئی بھلائی نہیں جو نصیحت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتی۔

(رسالۃ المسترشدین للحارث المحاسبی متوفی ۲۴۳ صفحہ ۱۱۸)۔

الحمد للہ علماء اہل سنت اس تحریر کے ذریعے اپنے اس دینی فریضے سے عہدہ برآ ہوئے ہیں، اللہ کریم ان علماء کرام کے خلوص کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرمائے۔ آمین

مرتب کرنے والے اور تائید کرنے والے علمائے کرام

فقیر غلام رسول قاسمی، علامہ پیر سید کرامت علی حسین شاہ صاحب (علی پور سیداں)، حضرت علامہ پیر محمد معظم الحق صاحب معظمی (خانقاہِ معظمیہ سرگودھا)، حضرت علامہ مفتی محمد ہاشم صاحب (جامعہ نعیمیہ لاہور)، حضرت علامہ مفتی محمد عمران صاحب (جامعہ نعیمیہ لاہور)، حضرت علامہ محمد طاہر تبسم صاحب۔

تائید کرنے والے علمائے کرام کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

★۔ حضرت علامہ سعید احمد اسعد صاحب

★۔ حضرت علامہ غلام محمد سیالوی صاحب

★۔ حضرت علامہ مفتی فضل رسول سیالوی صاحب

★۔ حضرت علامہ عمر فیض قادری صاحب

★۔ حضرت علامہ رضا ثاقب مصطفائی صاحب

★۔ حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم صاحب (سکھر)

★۔ حضرت علامہ مفتی عبدالرحیم سکندری صاحب

★۔ حضرت شیخ الحدیث علامہ محمد رحیم سکندری صاحب

★۔ حضرت علامہ مفتی محمد طیب ارشد صاحب

★...★...★

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۱)۔ علمی اصلاحات اور علماء کی ذمہ داریاں

(۱)۔اولاً: دینی مدارس کے طلباء کے داخلہ فارم میں مندرجہ ذیل احادیث درج کر کے طالب علم کو پڑھا کر اس سے دستخط کرالینا نہایت مناسب ہوگا۔

دنیا کے لیے علم حاصل کرنا قیامت کی نشانی ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وَتُعُلِّمَ لِغَیۡرِ الدِّیۡنِ یعنی دینی غرض کے علاوہ علم حاصل کیا جائے گا (ترمذی حدیث:۲۲۱۱)۔

عَنِ ابۡنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: مَنۡ تَعَلَّمَ عِلۡماً لِغَیۡرِ اللّٰہِ أَوۡ أَرَادَ بِہٖ غَیۡرَ اللّٰہِ فَلۡیَتَبَوَّأۡ مَقۡعَدَہٗ مِنَ النَّارِ یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ کی رضا کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے علم حاصل کیا یا اللہ کی رضا کے علاوہ کسی اور مقصد کا ارادہ کیا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے (ترمذی حدیث:۲۶۵۵)۔

وَعَنۡ کَعۡبِ بنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ : مَنۡ طَلَبَ العِلۡمَ لِیُجَارِیَ بِہِ العُلَمَآءَ اَوۡلِیُمَارِیَ بِہِ السُّفَھَآءَ اَوۡ یَصرِفَ بِہٖ وُجُوۡہَ النَّاسِ اِلَیۡہِ اَدۡخَلَہُ اللّٰہُ النَّارَ [ترمذی حدیث: ۲۶۵۴]۔

ترجمہ: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے علم اس لیے حاصل کیا کہ اس کی وجہ سے علماء پر فخر کرے یا ان پڑھوں سے جھگڑا کرے، یا یہ سوچے کہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہوں گے، اللہ اسے جہنم میں داخل کرے گا۔

وَعَن عَبۡدِ اللّٰہِ بۡنِ مَسۡعُوۡدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ لَو اَنَّ اَھۡلَ الۡعِلۡمِ صَانُوا الۡعِلۡمَ وَوَضَعُوۡہُ عِنۡدَ اَھۡلِہٖ لَسَادُوا بِہٖ اَھۡلَ زَمَانِھِمۡ ، وَلٰکِنَّھُمۡ بَذَلُوۡہُ لِاَھۡلِ الدُّنۡیَا لِیَنَالُوۡا بِہٖ مِنۡ دُنۡیَاھُمۡ فَھَانُوۡا عَلَیۡھِمۡ سَمِعۡتُ نَبِیَّکُمۡ ﷺ یَقُوۡلُ: مَنۡ جَعَلَ الۡھُمُوۡمَ ھَمّاً وَاحِداً ھَمَّ اٰخِرَتِہٖ. کَفَاہُ اللّٰہُ ھَمَّ دُنۡیَاہُ، وَمَن تَشَعَّبَتۡ بِہِ الۡھُمُوۡمَ اَحۡوَالَ الدُّنۡیَا لَمۡ یُبَالِ اللّٰہُ فِی اَیِّ اَوۡدِیَتِھَا ھَلَكَ [ابن ماجۃ :۲۵۷، شعب

الایمان للبیھقی: ۱۸۸۱]۔و شاھدہ [ابن ماجۃ: ۴۱۰۵]۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر اہل علم حضرات علم کی حفاظت کریں اور اسے علمی اہلیت والوں کے سامنے رکھیں تو وہ اسکے ذریعے اپنے ہم زمانہ لوگوں کی سیادت کریں۔لیکن انہوں نے اسے دنیا والوں پر خرچ کیا ہے تاکہ انکی دنیا میں سے کچھ حاصل کریں۔نتیجہ یہ نکلا کہ علماء دنیا والوں کے سامنے ہلکے پڑ گئے۔میں نے تمہارے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے اپنی تمام ہمت صرف آخرت کے مشن پر لگا دی اللہ اسکی دنیاوی مہمات میں خود کفایت فرمائے گا اور جس نے دنیا کے احوال کے پیچھے اپنی ہمت بکھیر دی تو اللہ کو کچھ پرواہ نہیں کہ وہ دنیا کی جس وادی میں چاہے بھٹک کر ہلاک ہوجائے۔

ثانیاً: فارغ التحصیل ہونیوالے علماء کو مندرجہ ذیل احادیث خصوصی طور پر دکھا دینا بھی مناسب تر ہوگا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ فِي قَوْلِ اللهِ تَعَالىٰ اِنَّمَا يَخْشَى اللهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَآءُ قَالَ مَن خَشِيَ اللهَ فَهُوَ عَالِمٌ [سنن الدارمی حدیث: ۳۳۸]۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد اِنَّمَا يَخْشَى اللهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَآءُ کے بارے میں مروی ہے: "جو اللہ سے ڈرا وہ عالم ہے"۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ لَا يَكُونُ الرَّجُلُ عَالِماً حَتّٰى لَا يَحْسُدَ مَنْ فَوْقَهُ وَلَا يَحْقِرَ مَن دُونَهُ وَلَا يَبْتَغِيَ بِعِلْمِهِ ثَمَناً [سنن الدارمی حدیث: ۲۹۵]۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کوئی آدمی عالم نہیں ہوسکتا جب تک اپنے سے اوپر والے پر حسد نہیں چھوڑتا، اپنے سے نیچے والے کو حقیر سمجھنا نہیں چھوڑتا اور اپنے علم سے دولت کمانا نہیں چھوڑتا۔

حضرت عمیرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ایک آدمی نے اپنے بیٹے سے کہا: جاؤ علم حاصل کرو۔ وہ لڑکا چلا گیا اور کچھ عرصہ غائب رہا۔ جب واپس آیا تو اس نے اپنے والد کے سامنے کچھ احادیث بیان کیں۔اسکے والد نے کہا: جاؤ علم حاصل کرو۔ وہ لڑکا دوبارہ

کچھ عرصہ غائب رہا۔ پھر وہ کچھ کاغذات لے کر واپس آیا جس میں تحریریں تھیں۔ اسکے والد نے اسے کہا: یہ محض سفید کاغذوں پر کالی سیاہی ہے۔ جاؤ علم حاصل کرو۔ وہ لڑکا پھر چلا گیا۔ پھر تیسری بار جب واپس آیا تو اپنے والد سے کہنے لگا: آپ جو چاہیں مجھ سے پوچھ لیں۔ والد نے کہا بتاؤ اگر تم کسی ایسے آدمی کے پاس سے گزرو جو تمہاری تعریف کرے اور دوسرے آدمی کے پاس سے گزرو جو تمہارے عیب بیان کرے تو تم کیا کرو گے؟ لڑکے نے کہا: اس صورتِ حال میں عیب بیان کرنے والے کا برا نہیں مناؤں گا اور تعریف کرنے والے پر خوش نہیں ہوں گا۔ پھر والد نے کہا: اگر تم سونے یا چاندی کا ٹکڑا زمین پر گرا ہوا پاؤ تو پھر کیا کرو گے؟ لڑکے نے کہا: میں اسے نہیں اٹھاؤں گا بلکہ اس کے قریب بھی نہیں جاؤں گا۔ والد نے کہا جاؤ! اب تم علم سیکھ چکے ہو (سنن دارمی: ۳۹۲)۔

ثالثاً: آج کے دور میں ٹی وی اور سوشل میڈیا وغیرہ پر طرح طرح کے بیانات، تعلیمات اور اعتراضات آ رہے ہیں۔ ایک ذمہ دار عالم پر لازم ہے کہ ان سے آگاہ رہے، ضرورت کے لیے میڈیا کا مثبت استعمال کرے اور اپنے نوجوانوں کو خراب ہونے سے بچانے کی مکمل کوشش کرے۔ واضح رہے کہ آج کل غیر مسلموں کی طرف سے اٹھائے جانے والے اکثر سوالات واعتراضات کے جواب پہلے ہی ہماری کتب میں موجود ہیں۔ جس طالب علم نے شرح عقائد نسفی ہی صحیح طریقے سے پڑھ لی ہو وہ ان تمام باتوں کے جوابات آسانی سے دے سکتا ہے۔

رابعاً: علماء کیلئے عربی زبان کی ضرورت تو واضح ہے، باطل کا مقابلہ کرنے کیلئے عربی کے علاوہ حسب ضرورت دیگر زبانیں سیکھنا بھی ضروری ہے، بلکہ دراصل یہ فرض کفایہ ہے۔

عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رضي الله عنه قَالَ أَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ أَتَعَلَّمَ لَهُ كِتَابَ يَهُودَ قَالَ: إِنِّي وَاللهِ مَا آمَنُ يَهُودَ عَلَى كِتَابٍ قَالَ: فَمَا مَرَّ بِي نِصْفُ شَهْرٍ حَتَّى تَعَلَّمْتُهُ لَهُ قَالَ: فَلَمَّا تَعَلَّمْتُهُ كَانَ إِذَا كَتَبَ إِلَى يَهُودَ كَتَبْتُ إِلَيْهِمْ وَإِذَا كَتَبُوا إِلَيْهِ قَرَأْتُ لَهُ كِتَابَهُمْ۔

ترجمہ: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں یہودیوں کی تحریر وزبان سیکھوں اور فرمایا کہ : اللہ کی قسم میں یہودیوں پر انکی کتاب کے معاملے میں اعتماد نہیں کرتا، آدھا مہینہ بھی نہیں گزرا تھا کہ میں نے اسے سیکھ لیا۔ جب میں سیکھ چکا تو آپ ﷺ جب بھی یہودیوں کیطرف کوئی تحریر بھیجتے تو میں وہ تحریر لکھتا تھا اور جب انکی طرف سے کوئی تحریر آتی تو میں ہی اسے پڑھتا تھا (ترمذی:۲۷۱۵، ابوداؤد:۳۶۴۵)۔

وَعَنْهُ قَالَ أَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ أَتَعَلَّمَ السُّرْيَانِيَّةَ (ترمذی:۲۷۱۵)۔

ترجمہ: حضرت زید رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا۔

خامساً: مسلمانوں کی اصلاح اور تربیت کرنے کا حق ایسے عالم دین کو حاصل ہے جو امر و نہی کی باریکیوں کو سمجھتا ہو، امت کے گزشتہ احوال کا خوب مطالعہ رکھتا ہو اور اپنی نگاہِ بصیرت سے مستقبل میں جھانک سکتا ہو۔ قرآن شریف کی آیت: كُونُوا رَبَّانِيِّينَ (آل عمران:۷۹) کے تحت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اَلرَّبَّانِيُّ الْعَالِمُ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ وَ الْأَمْرِ وَالنَّهْيِ ، اَلْعَالِمُ بِأَنْبَآءِ الْأُمَّةِ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْن یعنی عالم ربانی وہ ہے جو حلال وحرام اور امر و نہی کا علم رکھتا ہو، امت کے حالات سے باخبر ہو اور جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا سب اسکے علم میں ہو (تفسیر بغوی جلد ا صفحہ ۳۷۵)۔

عالم دین کو اندازہ ہونا چاہیے کہ اس کی کسی بات یا کسی اقدام کا نتیجہ کیا نکلے گا، فائدہ کتنا ہوگا اور نقصان کتنا ہوگا، اصلاح کتنی ہوگی اور فساد کتنا ہوگا۔ پہلے کیا ہوتا رہا ہے اور آئندہ کیا ہوگا۔ مبلغ کے لیے چار چیزیں سخت ضروری ہیں: علم، عمل، حکمتِ عملی اور استقامت۔ ایسا عالم دین بیک وقت عالم بھی ہوگا اور صوفی بھی۔

سادساً: عالم دین کے قریب کوئی دوسرا عالم دین رہتا ہو تو چاہیے کہ اس کا احترام کرے اور اس پر حسد نہ کرے، فتویٰ دیتے وقت اس سے مشورہ کر لے۔ آج کل عوام ایک عالم سے فتویٰ لے کر بعد میں دوسرے عالم کے پاس چلے جاتے ہیں اور بیان بدل کر

دوسرا فتویٰ لے آتے ہیں۔ اگر علماء کا آپس میں رابطہ اور محبت قائم ہو تو اس مشکل کو آسانی سے حل کیا جا سکتا ہے۔ اگر عالم سے غلطی ہو جائے تو متوجہ کیے جانے پر اعتراف کرے اور بے جا توجیہات و تاویلات سے کام نہ لے اور اَنا کو آڑے نہ آنے دے۔

سابعاً: نبی کریم ﷺ نے ایک طرف تو کئی ممالک کے حکمرانوں کو خطوط لکھے، اقوامِ عالَم کے ساتھ معاہدے فرمائے اور اتمامِ حجت کے بعد جہاد فرما کر احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا فریضہ ادا فرمایا۔ دوسری جانب آپ ﷺ نے خوارج، روافض اور قدریہ جیسے اندرونی فتنوں کے نام اور اوصاف بیان کر کے مسلمانوں کو متنبہ کیا اور ان کا ردِّ بلیغ فرمایا۔ لہٰذا ہر عالمِ دین پر لازم ہے کہ کسی ایک موضوع پر کام کرتے وقت دوسرے فتنوں کی سر کوبی کے بارے میں تساہل کا شکار نہ ہو۔

نبی کریم ﷺ نے علمائے حق اور مجددِ عصر کی ذمہ داریاں اس طرح بیان فرمائی ہیں:

يَحْمِلُ هٰذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُهٗ . يَنْفُوْنَ عَنْهُ تَحْرِيْفَ الْغَالِيْنَ وَاِنْتِحَالَ الْمُبْطِلِيْنَ وَتَأْوِيْلَ الْجَاهِلِيْنَ یعنی اس علم کی ذمہ داری ہر بعد میں آنے والے زمانے کے بہترین لوگ اٹھائیں گے، جو دینِ حق سے انتہاء پسندوں کی تحریف، باطل پرستوں کی کذب بیانی اور جاہلوں کی ہیرا پھیری کی نفی کریں گے (شرح مشکل الآثار: ۳۸۸۴، مسند البزار: ۹۴۸۲، مشکوٰۃ: ۲۴۸)۔

اس حدیث کے الفاظ يَحْمِلُ هٰذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ اور ایک روایت میں يَرِثُ هٰذَا الْعِلْمَ سے معلوم ہوا کہ مجددِ عصر اور علمائے حق کا سابق مجددین کے تابع، ہم خیال اور اجماع کا پابند ہونا ضروری ہے۔ يَنْفُوْنَ عَنْهُ تَحْرِيْفَ الْغَالِيْنَ کے الفاظ سے معلوم ہوا کہ دین میں غلو کی نفی کرنا مجدد کی ذمہ داری ہے۔ اور وَاِنْتِحَالَ الْمُبْطِلِيْنَ سے معلوم ہوا کہ اہلِ بدعت کو بے نقاب کرنا ہر عصر کے مجدد اور علمائے حق کی ذمہ داری ہے۔ اور وَتَأْوِيْلَ الْجَاهِلِيْنَ سے مراد سیاق و سباق کو ملحوظ رکھے بغیر اور قرآن و سنت کے مسلّمات کے خلاف تاویلیں ہیں مثلاً: مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ سے مراد سیدنا علی المرتضیٰ اور سیدہ

زہراء رضی اللہ عنہما لینے اور اَللُّؤْ لُؤُ وَالْمَرْ جَانُ سے مراد حسنین کریمین لینے کے بارے میں علماء نے صاف لکھا ہے کہ ھُوَ مِنْ تَاوِیْلِ الْجُھَلَاءِ وَالْحُمَقَاءِ کَالرَّوَافِضِ یعنی یہ جاہلوں اور احمقوں کی تاویل ہے جیسے روافض (الاتقان جلد ۲ صفحہ ۱۸۰ ، مرقاۃ جلد ا صفحہ ۷ ۴ ۴ ، مجمع البحار جلد ۵ صفحہ ۲۳۶ ، فیض القدیر جلد ۲ صفحہ ۱۰۲)۔ الغرض اس حدیث کا تعلق اہل بدعت کی تردید اور اصلاح سے ہے۔

اہل سنت و جماعت کی نشأۃِ ثانیہ کے لیے چند نکات

(امام اہل سنت امام احمد رضا خان رحمہ اللہ کی ایک تحریر کا خلاصہ)

(1) عظیم الشان مدارس کھولے جائیں۔ باقاعدہ تعلیمی نظام ہو۔ (2) اہل اور لائق طلبہ کو وظائف ملیں کہ وہ تعلیمِ دین کی طرف مائل ہوں۔ (3) مدرسین کو اعلیٰ معیار پر تنخواہیں دی جائیں۔ (4) طلبہ کے طبعی رجحان کو جانچا جائے، جسے آج کل aptitude Test کہتے ہیں، ان کی طبیعت کا میلان دین کے جس شعبے کی طرف زیادہ ہو، انہیں اس شعبے کا متخصص بنایا جائے۔ اس طرح ہمارے پاس مختلف شعبوں کے ماہرین تیار ہوں گے یعنی مدرسین، مصنفین، واعظین اور حسبِ ضرورت مناظرین، پھر تصنیف اور مناظرے کے بھی کئی شعبہ جات ہیں۔ (5) ہر شعبے کے ماہرین کو معیاری تنخواہیں دے کر ملک بھر میں پھیلایا جائے تاکہ تحریر، تدریس، خطابت و وعظ اور مناظرہ الغرض ہر شعبے میں اشاعتِ دین کا کام اعلیٰ معیار پر جاری وساری رہے۔ (6) مصنفین کو معقول اعزازیہ دے کر دینِ حق کی حمایت اور باطل مذاہب کے رد میں دلائل حقہ پر مبنی تصانیف کا اہتمام کیا جائے۔ (7) پھر ان تصانیف کو اعلیٰ معیار پر طبع کر کے ان کی اشاعت کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کیا جائے۔ (8) اہل سنت و جماعت کا ایک شعبہ نظارت ہو جو یہ طے کرے کہ کہاں کہاں کس شعبے میں ترجیحی طور پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ (9) جو افراد مختلف شعبہ جات کے متخصص ہیں، لیکن اپنے معاشی مشاغل کی وجہ سے

ان شعبہ جات میں خدمتِ دین کے لیے وقت نہیں نکال پا رہے، انہیں بیش بہا وظائف دے کر معاشی ضروریات سے مستغنی کیا جائے تاکہ ان کی قابلیت دین کے کام آئے۔(10) دینی رسائل و جرائد اور اخبارات کا اجراء بھی ہر عہد کی ضرورت ہے، یہ علمی مواد بلا قیمت یا لاگت پر مہیا کیا جائے۔(فتاویٰ رضویہ جلد ۲۹ صفحہ ۵۹۹ بتسہیل)۔

(۲)۔ جو عقائد و احکام قرآن و سنت سے نصاً اور ظاہراً ثابت ہوں، انکے مقابلے پر احتمالات کا سہارا لیکر تشکیک پیدا کرنا یا اجماع اور جمہور کے مقابلے پر شاذ اقوال کا سہارا لینا، اہل باطل کے پاس لوگوں کو بہکانے اور فتنہ برپا کرنے کا ایک بڑا ہتھیار ہے۔ اللہ کریم نے ایسے ہی گمراہ لوگوں کے بارے میں فرمایا: فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللهُ

ترجمہ: سو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ فتنہ جوئی اور آیاتِ متشابہات کا معنی متعین کرنے کے لیے ان کے درپے رہتے ہیں، حالانکہ ان کے اصل مرادی (حقیقی) معنی اللہ کے سواء کوئی نہیں جانتا (آل عمران:۷)۔

اس آیت کی تفسیر میں ابنِ جریر، بغوی اور ابنِ کثیر جیسی بنیادی تفاسیر اور بیضاوی، مدارک اور جلالین جیسی درسی تفاسیر میں ایک ہی بات لکھی ہے۔ مثلاً بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ: فَيَتَعَلَّقُونَ بِظَاهِرِهِ أَوْ بِتَأْوِيلٍ بَاطِلٍ اِبْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ طَلَبَ أَنْ يُفَتِّنُوا النَّاسَ عَنْ دِينِهِمْ، بِالتَّشْكِيكِ وَالتَّلْبِيسِ وَمُنَاقَضَةِ الْمُحْكَمِ بِالْمُتَشَابِهِ۔

ترجمہ: یہ لوگ متشابہات کے درپے رہتے ہیں اور انہیں ان کے ظاہر پر محمول کرتے ہیں یا فتنہ جوئی کیلئے باطل تاویل کرتے ہیں، یہ اس مقصد کیلئے ہے کہ لوگوں کے دلوں میں شک پیدا کر کے اور مفہوم کو خلط ملط کر کے اور آیاتِ محکمات (یعنی جن کے معنی قطعی اور واضح ہیں) کو متشابہات کی نقیض ثابت کر کے دین کے بارے میں انہیں آزمائش میں ڈالیں (تفسیر بیضاوی ۱/۱۴۹)۔ علامہ ابن کثیر دمشقی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

اِنَّمَا یَاخُذُوْنَ مِنْهُ بِالْمُتَشَابِهِ الَّذِیْ یُمَکِّنُهُمْ اَنْ یُّحَرِّفُوْهُ اِلٰی مَقَاصِدِهِمُ الْفَاسِدَةِ، وَیُنْزِلُوْهُ عَلَیْهَا ،لِاِحْتِمَالِ لَفْظِهِ لِمَا یُصَرِّفُوْنَهٗ

ترجمہ: یہ لوگ قرآن سے ان متشابہات کا سہارا لیتے ہیں جنکے ذریعے ان کو موقع ملتا ہے کہ قرآنی آیات کی معنوی تحریف کر کے انہیں اپنے فاسد مقاصد کی دلیل کے طور پر پیش کر سکیں اور ان فاسد معانی پر ان آیات کو محمول کر سکیں، کیونکہ (متشابہات کے) الفاظ میں ان کے باطل معنی کا کوئی (مرجوح یا مردود) احتمال بھی موجود ہوتا ہے (تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۴۷۸)۔اور فرماتے ہیں: هٰذَا الْمَوْضِعُ مِمَّا زَلَّ فِیْهِ اَقْدَامُ کَثِیْرٍ مِنْ اَهْلِ الضَّلَالَاتِ یہی وہ مقام ہے کہ بہت سے لوگوں کے قدم (راہِ حق سے) متزلزل ہوئے اور وہ گمراہ ہوئے ہیں (البدایہ والنہایہ جلد ۵ صفحہ ۲۴۸)۔

قرآن، سنت، اجماع اور جمہور کے فیصلے ہی محکمات ہیں اور شاذ، متروک اور مردود اقوال کو پروان چڑھانا ہی دین میں فتنہ انگیزی ہے اور حق کے بارے میں لوگوں کو شک میں مبتلاء کرنا ہے، امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

وہ مسائل بالکل قلیل ہیں جن میں کوئی قولِ شاذ خلاف پر نہ مل سکے، بہت مسائل مسلمہ مقبولہ جنہیں ہم اہلِ حق اپنا دین وایمان سمجھے ہوئے ہیں انکے خلاف میں بھی ایسے اقوال مرجوحہ، مجروحہ، مہجورہ، مطروحہ بتلاش مل سکتے ہیں۔ کتابوں میں غث وسمین، و رطب ویابس کیا کچھ نہیں ہوتا مگر خدا سلامت طبع دیتا ہے تو صحیح وسقیم میں امتیاز میسر ہوتا ہے ورنہ انسان ضلالِ بدعت و وبالِ حیرت میں سرگرداں رہ جاتا ہے۔ اگر شریر طبیعتوں، فاسد طینتوں کا خوف نہ ہوتا تو فقیر اپنی تصدیق دعویٰ کو چند مسائل اس قسم کے معرضِ تحریر میں لاتا۔ مگر کیا کیجیے کہ بعض طبائع اصل جبلت میں حساسہ جساسہ بنائی گئی ہیں کہ شب و روز تتبع اباطیل وتفحص قال وقیل میں رہتے ہیں کَمَا قَالَ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی: اَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَأْوِیْلِهٖ یہ طبیعتیں جہاں اپنی شرارت سے ادنیٰ موقع رخنہ اندازی کا پاتی ہیں، ہدم بنیانِ اسلام کیلئے

کمر بستہ ہو جاتی ہیں اَعَاذَنَا اللهُ مِنْ شَرِّ هِنَّ آمِیْن (مطلع القمرین صفحہ ۷۱)۔

اے عزیز! قرآن وسنت کے محکمات اور اجماع کے مقابلہ پر کسی شاذ ومرجوح قول یا منکر روایت کو ترجیح دینا شرعی محکمات سے اعتماد اُٹھانے کی سازش ہے اور بقول اعلیٰ حضرت ''ہدمِ بنیانِ اسلام کیلئے کمر بستہ'' ہونے کے مترادف ہے۔

جب آپ اس اصول کو اچھی طرح سمجھ جائیں گے تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ آج کل خالص سُنی چینلز کے سواء دیگر ٹی وی چینلز، سوشل میڈیا اور مختلف تحریکوں کی شکل میں سامنے آنے والے متعدد فتنے ایک ہی مرض کی مختلف علامات ہیں، حدیث شریف میں ہے:

فَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَأُولَئِكَ الَّذِينَ سَمَّى اللهُ فَاحْذَرُوهُمْ یعنی جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو آیاتِ متشابہات کے در پے ہیں تو (جان لو) یہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیہ مبارکہ میں فرمایا ہے، سو اِن سے بچ کر رہو (بخاری حدیث: ۴۵۴۷، مسلم حدیث: ۶۷۷۵)۔

(۳)۔ ملحدین (دہریہ) کا اس امت سے کوئی تعلق نہیں، البتہ تین طبقے ایسے ہیں جو ملحدین کیلئے علمی طور پر سہولت کار بنے ہوئے ہیں۔ جمہور اور اجماع کے منکر آزاد خیال لوگ، صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دشمن اور انہیں سب وشتم کرنے والے لوگ، علم دشمن عناصر یعنی علم کی مخالفت کرنے والے لوگ۔ ان تینوں کی راہ سے بچنا اور بچانا سخت ضروری ہے۔

(۴)۔ پیر ومرشد کے لیے شرط ہے کہ عقیدہ کے لحاظ سے پکا اہل سنت ہو، اس کے پاس اپنی اور مریدین کی ضرورت کا علم ہو، باعمل ہو اور اسکا سلسلہ نبی کریم ﷺ تک متصل ہو۔ جس میں یہ شرائط نہ پائی جائیں اور وہ علم حاصل کرنے سے ہی روکتا ہو تو ایسے شخص کے ہاتھ پر بیعت کرنا حرام ہے۔ ایسے لوگوں کے علم سے روکنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ ایسے لوگ اپنے گمراہ کن عقائد اور جاہلانہ تعلیمات کے سامنے جب قرآن وسنت اور اجماعِ اُمت کا سمندر دیکھتے ہیں تو حق کو قبول کرنے کی بجائے عام مسلمانوں کو علم سے

روکنا ہی انہیں آسان راستہ نظر آتا ہے۔

یہ ایک مخصوص مکتبہِ فکر ہے جو صرف تفضیلی ہی نہیں بلکہ تفضیل میں غالی ہے اور اہل سنت کو بدنام کررہا ہے۔ ماضی میں اسے ''فرقہ ہامیہ'' کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔

حضور غوثِ اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ اسی فرقہ ہامیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

وَاَمَّا الْهَامِيَةُ : فَيَتْرُكُوْنَ الْعِلْمَ . وَيَنْهَوْنَ عَنِ التَّدْرِيْسِ الخ یعنی ہامیہ فرقہ کے لوگ علمِ شریعت کے مخالف ہیں اور علومِ دینیہ کی تدریس سے منع کرتے ہیں، فلسفیوں کے تابع ہیں، کہتے ہیں کہ قرآن حجاب ہے، شاعری طریقت کا قرآن ہے، اپنے پیروکاروں کو شعر سکھاتے ہیں، اوراد کو ترک کرتے ہیں، یہ لوگ اس اعتقاد کی وجہ سے ہلاک ہو گئے، یہ اپنے آپ کو اہل سنت کہتے ہیں مگر یہ اہل سنت نہیں ہیں۔---------
یہ خود کو قلندری اور حیدری کہتے ہیں اِنْتَسَبَ بَعْضُهُمْ اِلٰى قَلَنْدَرَ وَ بَعْضُهُمْ اِلٰى حَيْدَرٍ (سرالاسرار صفحہ ۵۸)۔

حالانکہ حضرت علی حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ تو علم کا سمندر تھے، مدینۃ العلم کا ایک باب تھے، خلفاءِ ثلاثہ کی طرح کمالاتِ فیضِ رسالت مآب ﷺ کا مظہر تھے۔

(۵)۔ اپنا نظریہ اور موقف ثابت کرنے کے لیے ادھوری اور نامکمل عبارات پیش (Quote) کرنا انصاف اور دیانت کا خون ہے۔ ایسی غلطیوں کے نتیجے میں محکمات کو بے وقعت بنا دیا گیا، اجماع کو پھاڑا گیا اور مسلکِ اہل سنت و جماعت پر سخت ضرب لگائی گئی۔ ہم ایسی غلطی کرنے والے ناقلین کو اللہ کا خوف دلاتے ہیں۔



(۲)۔ تکفیر کا اصول

(۱)۔ کفر کی دو قسمیں ہیں:

اولاً: یہود و نصاریٰ، مجوس اور بت پرستوں کا کفر قرآن میں صراحتاً مذکور اور مجمع علیہ ہے۔ براہمہ جو کہ نبوت کے اصلاً منکر ہیں اور دہریہ جو وجودِ خالق کے منکر ہیں ان کی تکفیر یہود و نصاریٰ کی نسبت بدرجہِ اولیٰ ثابت ہے (الاقتصاد للامام الغزالی صفحہ ۱۵۰، ۱۵۱)۔

ثانیاً: کوئی اپنے ظاہر یا دعوے کے مطابق مسلمان ہے، لیکن وہ قرآن یا سنتِ متواترہ یا اجماعِ قطعی سے جو عقیدہ یا عمل ثابت ہو (یعنی جسکی دلیل قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت ہو اور وہ ضروریاتِ دین میں سے ہو) اس کا انکار کرے، تو کافر ہو جائے گا، مثلاً نبی کریم ﷺ کے آخری نبی ہونے کا انکار، آخرت، اخروی جزاوسزا، حشر ونشر اور جنت وجہنم کا انکار، اللہ تعالیٰ یا کسی بھی نبیِ مکرم کی اہانت، اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ پر بہتان باندھنا، قرآن کو محرف یا بیاضِ عثمانی ماننا، غیرِ نبی کو نبی سے افضل ماننا اور مسلمانوں کے خون کو بلا تاویل حلال سمجھنا وَغَيْرُهَا مِنَ الْكُفْرِيَاتِ الْمُصَرَّحَةِ فِي الْكُتُبِ الْمُعْتَمَدَةِ۔

ختمِ نبوت کا عقیدہ دلائلِ قطعیہ سے ثابت ہے، ختمِ نبوت پر دلائل دینا صرف جائز ہی نہیں بلکہ ہمارا فرض ہے، اعلانِ ختمِ نبوت کے بعد کسی بھی قسم کی نبوت کا دعویٰ کرنا کفر ہے اور ایسے مدعی سے اسکی نبوت کی دلیل یا معجزہ بغرضِ تصدیق طلب کرنا کفر ہے۔

علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَوَاضِحٌ تَكْفِيرُ مُدَّعِي النُّبُوَّةِ وَيَظْهَرُ كُفْرُ مَنْ طَلَبَ مِنْهُ مُعْجِزَةً، لِاَنَّهٗ بِطَلَبِهٖ لَهَا مِنْهُ مُجَوِّزٌ لِصِدْقِهٖ مَعَ اسْتِحَالَتِهِ الْمَعْلُوْمَةِ مِنَ الدِّيْنِ بِالضَّرُوْرَةِ. نَعَمْ اِنْ اَرَادَ بِذٰلِكَ تَسْفِيْهَهٗ وَبَيَانَ كِذْبِهٖ فَلَا كُفْرَ

ترجمہ: اور نبوت کے مدعی کی تکفیر واضح ہے، اور جو شخص اس سے معجزہ طلب کرے اس کا کفر ظاہر ہے، اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کا آخری نبی ہونا معلوم شدہ ضروریاتِ دین میں سے ہے اور یہ اس کی صداقت کو جائز سمجھتے ہوئے اس سے معجزہ طلب کرتا ہے، ہاں! اگر

مدعیِ نبوت کی حماقت اور جھوٹ ظاہر کرنے کے ارادہ سے (یعنی اہانت کی غرض سے) معجزہ طلب کیا تو یہ کفر نہیں (الاعلام بقواطع الاسلام صفحہ ۱۵۹)۔

(۲)۔ اگر کسی کے قول میں کفر کی کئی وجوہ ہوں مگر اسلام کی صرف ایک وجہ موجود ہو تو مفتی پر واجب ہے کہ اسلام کی اس ایک وجہ کو ترجیح دے اور اس کی تکفیر سے گریز کرے (شامی جلد ۳ صفحہ ۳۱۲)۔ اسی طرح بدگمانی سے کام لینا اور نیت میں شک کرنا، صحت کا پہلو تلاش کرنے کی بجائے منفی پہلو تلاش کرنا، اگر کسی سے ذاتی رنجش ہو تو اس کی مخالفت کے لیے مذہب کی آڑ لینا، یہ سب اُمور ناجائز ہیں۔ اہل سنت کا طریقہ یہ ہے کہ بجا تکفیر اور بے جا تکفیر میں فرق کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اور اسکے برعکس ''سب کافر یا سب مسلم'' کی اندھا دھند پالیسی نہیں اپناتے۔

کفر کے لزوم اور التزام میں فرق یہ ہے کہ کسی سے کفریہ قول یا فعل کے صادر ہونے سے کفر کا لزوم ہوتا ہے مگر ایسا شخص باقاعدہ طور پر اسلام سے خارج نہیں ہوتا، جب کہ متوجہ کرنے کے باوجود کفر پر ڈٹ جانے یا اپنے کافر ہونے کا اعلان کر دینے سے التزامِ کفر ہو جاتا ہے۔

(۳)۔ کسی کی تکفیر یا اہل سنت سے خارج قرار دینے سے مراد کسی مسلمان کو کافر بنانا نہیں یا کسی سنی کو اہلِ سنت سے زبردستی خارج کرنا نہیں، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر خدانخواستہ کوئی شخص از خود کوئی ایسا عقیدہ اختیار کرے جس سے وہ اسلام یا سنیت سے خارج ہو چکا ہو تو اسے آگاہ کر دیا جائے اور اس کا حکم سنا دیا جائے تا کہ وہ حق کی طرف لوٹ آئے۔

اگر کوئی شخص کفرِ التزامی کا ارتکاب کرے تو اس ظالم کو کچھ نہ کہنا اور اسکے بارے میں شرعی حکم بتانے والے عالمِ دین کو دھر لینا بہت بڑا ظلم ہے۔

(۴)۔ کچھ لوگ صدیوں پرانے بزرگوں کی عبارات پر گرفت کرنے لگے ہیں او حضور داتا گنج بخش سید علی ہجویری اور حضرت بایزید بسطامی رحمہا اللہ جیسی ہستیوں پر فتویٰ بازی کر رہے ہیں۔ اوّل تو ان لوگوں کی گرفت بالکل سطحی ہے اور انہیں ان عبارات کے صحیح

محامل (مفاہیم) کی ہی خبر نہیں اور اگر بالفرض ایسے بزرگوں کی کوئی بات واقعی کتاب و سنت کے مطابق نہیں ہے اور اس میں توجیہ وتاویل کی گنجائش بھی نہیں تو ان بزرگوں کے بارے میں حسنِ ظن سے کام لیتے ہوئے اسے بعد والوں کا الحاق قرار دینا چاہیے۔ان بزرگوں کے زمانے میں بلکہ صدیوں بعد بھی ان پر کسی کا گرفت نہ کرنا ہماری بات کے درست ہونے کا واضح ثبوت ہے۔ جبکہ کسی کو کافر یا گستاخ قرار دینے کا فیصلہ صرف اور صرف فقہاءِ مجتہدین کر سکتے ہیں ورنہ اس کے مفاسد بالکل واضح ہیں وَلَا عِبْرَةَ بِغَيْرِ الْفُقَهَاءِ (فتح القدیر جلد ۶ صفحہ ۹۳، فتاویٰ شامی جلد ۳ صفحہ ۳۲۱)۔ یعنی یہ تلوار غیر فقہاء کے ہاتھ میں نہیں دی جا سکتی، ورنہ اندھے وار سے بے قصور لوگوں کی گردنیں کٹیں گی۔

ایک اہم مشورہ

موجودہ دور کے مفتیانِ کرام تکفیری فتویٰ جاری کرنے سے پہلے اپنے عہد کے ثقہ مفتیانِ کرام سے مشاورت ضرور فرما لیا کریں اور جب تک قائل پر اتمامِ حجت نہ کر لیا جائے التزامی کفر کے فتویٰ سے گریز کیا جائے۔

(۵)۔ بلاشبہ گستاخِ رسول کی شرعی وقانونی سزا موت ہے اور گستاخِ صحابہ واہلِ بیت کی سزا کوڑے مارنا اور قید ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا؟ یہ شخص اللہ اور اسکے رسول کو ایذاء دیتا ہے۔ صحابہ نے اسے قتل کر دیا (بخاری: ۲۵۱۰، مسلم: ۴۶۶۴)۔

ابورافع، رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا تھا، رسول اللہ ﷺ نے انصار میں سے چند آدمیوں کو ابورافع کی طرف بھیجا، اور حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کو ان پر امیر مقرر فرمایا، انہوں نے اسے قتل کر دیا (بخاری: ۳۰۲۲)۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن داخل ہوئے تو آپ کے سر مبارک پر خود تھا، جب آپ نے اسے اتارا تو ایک آدمی نے آ کر

عرض کیا کہ ابن خطل کعبہ کے غلاف کے ساتھ چمٹا ہوا ہے، فرمایا اسے قتل کردو (بخاری حدیث:۱۸۴۶، مسلم حدیث:۳۳۰۸)۔

سیدنا امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی نبی کو گالی دے اسے قتل کردو اور جو میرے صحابہ کو گالی دے اسے کوڑے مارو (المعجم الصغیر للطبرانی ۱/۲۳۶، الشفاء ۲/۱۹۴)۔

گستاخِ رسول کی سزا قتل ہونے پر امت کا اجماع ہے (السیف الجلی علیٰ ساب النبی از مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی رحمہ اللہ صفحہ ۱۱۹)۔

علماء ہی یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کونسا قول واقعی گستاخی ہے اور کونسا نہیں۔

(۶)۔ مغرب میں بیسویں صدی کے آغاز میں ایک تحریک برپا کی گئی جو تصوف کی آڑ لے کر وحدتِ ادیان کا پرچار کرتی ہے تاکہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے فریضے سے علمائے حق دستبردار ہو جائیں اور "سب کچھ جائز ہے" کے شعار کو اختیار کرلیں، اسی طرح گزشتہ تین عشروں کی دہشت گردی کی آڑ لے کر مسلمانوں کو جہاد کے اصول سے دستبرداری پر آمادہ کرنا کسی بھی صورت میں قابلِ قبول نہیں ہے۔ اس لیے کہ شرعی جہاد ہمارے عقیدے اور دین کا حصہ ہے جو حکومت کی ذمہ داری ہوتا ہے۔

یہ اصول بھی ناقابلِ تسلیم ہے کہ صرف وہ یہودی اور عیسائی کافر تھے جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں آپ کی دعوت پر لبیک نہیں کہا، بعد والے یہودی اور عیسائی کافر نہیں، یہ تلبیسِ ابلیس ہے۔ اس طرح کے نظریات The Religious Other نامی کتاب میں موجود ہیں۔ پاکستان میں بعض ادارے اس تحریک کے سرگرم رکن کی حیثیت سے کام کررہے ہیں۔ یہ لوگ خود کو parenelists (پرینیلسٹ) کہتے ہیں۔ مگر عامۃ المسلمین اس سے آگاہ نہیں۔

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مَنْ لَمْ يَكْفُرْ مَنْ دَانَ بِغَيْرِ الْإِسْلَامِ كَالنَّصَارىٰ، أَوْ شَكَّ فِيْ تَكْفِيْرِهِمْ أَوْ صَحَّحَ مَذَاهِبَهُمْ فَهُوَ كَافِرٌ

ترجمہ: اسلام کے علاوہ دین اختیار کرنے والے لوگ مثلاً نصاریٰ کو جو شخص کافر نہ سمجھے، یا ان کی تکفیر میں شک کرے، یا ان کے مذاہب کو صحیح قرار دے تو وہ کافر ہے (الاعلام بقواطع الاسلام صفحہ ۱۶۴)۔

کسی کو اہل سنت سے خارج کہنے کا اصول

(۱)۔ اہل سنت و جماعت کے الفاظ سے ہی ظاہر ہے کہ اس امت کا اجماع حجت ہے، اجماعی بلکہ جمہوری عقیدے کا منکر بھی مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ کا مصداق ہے۔ آزاد خیالی کا پہلا زینہ اجماع اور جمہور کی مخالفت ہے، جو شخص اسے ہضم کر گیا وہی بعد میں سب انسان برابر اور پھر سب مخلوقات برابر کہہ کر شیطانی تحریک کا حصہ بن گیا۔ اجماعی مسئلہ وہی ہے جس پر اجماع کی تصریح معتبر علماء نے کر دی ہو۔ جو کوئی ان تصریحات کا اعتبار نہ کرے اور علماء امت کی حاضری لگانے بیٹھ جائے وہ دراصل اجماع کی حجیت کا منکر ہے اور امت میں فساد کا سبب ہے۔ مرزا قادیانی کا طریقہ واردات یہی تھا۔

قرآن کی آیات، صحیح احادیث اور اجماع امت کے مقابل ابن ہشام، ابن عساکر اور تاریخ طبری کی منکر و موضوع روایات اور مرجوح اقوال کو پیش کرنا اور اپنے عشق کے جوش کو مُسلّمات پر ترجیح دینا اور عقلی چٹکلے بیان کرنا دین کو منہدم کرنے کی ایک بدترین سازش ہے، جس کے نتیجے میں قرآن و سنت اور شرعی محکمات سے اعتماد اٹھ جاتا ہے۔

(۲)۔ اہل سنت و جماعت نے دو مخصوص گمراہ فرقوں سے اپنے امتیازات کی پہچان اس طرح بتائی ہے: اَنْ تُفَضِّلَ الشَّيْخَيْنِ وَ تُحِبَّ الْخَتَنَيْنِ وَ تَمْسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ یعنی حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو تمام صحابہ اور اہل بیت میں افضل مانو اور حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما سے محبت کرو اور موزوں پر مسح جائز مانو (شرح عقائد نسفی صفحہ ۱۵۰، التمہید لابی الشکور السالمی صفحہ ۱۶۵، تکمیل الایمان صفحہ ۷۸، فتاویٰ رضویہ ۲۹ / ۲۷۷)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى یعنی سب سے بڑا متقی جہنم سے

بہت دور رکھا جائے گا (الیل:۱۷)۔اس پر تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیت سیدنا ابوبکر صدیق کی شان میں نازل ہوئی (التفسیر البسیط جلد ۲۴ صفحہ ۸۸،تفسیر کبیر جلد ۱۱ صفحہ ۱۸۷،تفسیر ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۷۰۷،صواعق محرقہ صفحہ ٦٦)۔

ایک مرتبہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے آگے آگے چل رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم اس شخص کے آگے کیوں چل رہے ہو جس سے بہتر شخص پر نبیوں کے بعد سورج طلوع نہیں ہوتا (فضائل الصحابہ حدیث نمبر:۱۳۵)۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اِذَا تُذَ کَّرْتَ شَجْواً مِنْ اَخِیْ ثِقَة   فَاذْکُرْ اَخَاكَ اَبَابَکْرٍ بِمَا فَعَلَا

خَیْرُ الْبَرِیَّةِ اَتْقَاهَا وَ اَعْدَلُهَا   اِلَّا النَّبِیُّ وَ اَوْفَاهَا بِمَا حَمَلَا

وَالثَّانِیُ التَّالِیُ الْمَحْمُوْدُ مَشْهَدُهٗ   وَاَوَّلُ النَّاسِ مِنْهُمْ صَدَّقَ الرُّسُلَا

ترجمہ: جب تم اربابِ وفا کی داستانِ غم چھیڑو تو اپنے بھائی ابوبکر کو ضرور یاد کرنا، جو کچھ اس نے کر کے دکھایا۔ وہ نبی کے بعد تمام لوگوں میں سب سے افضل، سب سے بڑا متقی، قابلِ اعتماد اور اپنی ذمہ داری کو سب سے زیادہ نبھانے والا تھا۔ وہ دوسرے نمبر پر تھا، نبی کے پیچھے پیچھے تھا، اسکی گواہی بڑی پسندیدہ تھی، رسولوں کی تصدیق کرنے والے پہلے لوگوں میں سے تھا (المصنف ۸ / ۴۴۸، الاستیعاب صفحہ ۴۳۰، مستدرک حاکم:۴۴٦۹)۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: ہم نبی کریم ﷺ کے زمانے میں لوگوں کے درمیان افضلیت بیان کرتے تھے، ہم سب سے افضل ابوبکر کو کہتے تھے، پھر عمر ابن خطاب کو، پھر عثمان بن عفان کو رضی اللہ عنہم [بخاری باب فضل ابی بکر بعد النبی ﷺ حدیث:۳٦۵۵] ایک روایت میں ہے کہ یہ بات نبی کریم ﷺ تک پہنچتی تھی تو آپ ﷺ منع نہیں فرماتے تھے (مسند ابی یعلیٰ:۵۵۹۷، السنۃ لابن ابی عاصم:۱۲۳۰، المعجم الکبیر للطبرانی:۱۳۸۷، المعجم الاوسط للطبرانی:۸۷۰۲)۔

عَنْ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ خَیْرُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ اَبُوْبَکْرٍ وَ خَیْرُ

النَّاسِ بَعْدَ اَبِیْ بَکْرٍ عُمَرُ یعنی حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: رسول اللہ ﷺ کے بعد تمام لوگوں سے افضل ابوبکر ہیں اور ابوبکر کے بعد سب سے افضل عمر ہیں (ابن ماجہ:۱۰۶ ،مسند احمد:۸۳۶ ،ابنِ ابی شیبہ جلد ۸ صفحہ ۵۷۴ ،السنۃ لعبداللہ ابن احمد:۱۲۹۸)۔

امام اعظم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: اَفْضَلُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اَبُوْ بَکْرٍ الصِّدِّیْقُ رضی اللہ عنہ ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ثُمَّ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ ثُمَّ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ یعنی رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے افضل ابوبکر ہیں پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنہم (فقہ اکبر مع شرح صفحہ ۶۱، ۶۲)۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ: شیخین کی افضلیت باقی امت پر قطعی ہے، اسکا انکار وہی کرسکتا ہے جو جاہل ہو یا متعصب ہو (مکتوبات جلد ۲ مکتوب ۳۶)۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ : امام شافعی فرماتے ہیں کہ صحابہ اور تابعین میں سے کسی ایک فرد نے بھی ابوبکر و عمر کی افضلیت اور ان کی تقدیم کا انکار نہیں کیا۔ اگر اختلاف ہے تو صرف اور صرف حضرت علی اور عثمان کے بارے میں ہے (تکمیل الایمان صفحہ ۵۶)۔

تصوف کی بنیادی کتاب ''التعرف'' میں ہے کہ: وَاَجْمَعُوْا عَلٰی تَقْدِیْمِ اَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ تمام صوفیاء کا اجماع ہے کہ سب سے مقدم حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی ہیں رضی اللہ عنہم (التعرف لمذہب اہل التصوف لابی بکر محمد بن اسحاق م ۳۸۰ھ، صفحہ ۶۲)۔

اسکے مقابل فضیلت کا کوئی اور معیار، من گھڑت اور ذاتی پیمانہ اختیار کرنا اہل سنت سے خروج ہے۔ امام اہل سنت فرماتے ہیں کہ: افضلیت سے دنیاوی خلافت مراد لینا قولِ باطل اور خبیث ہے، اجماعِ صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کے خلاف ہے ھٰذَا قَوْلٌ بَاطِلٌ خَبِیْثٌ مُخَالِفٌ لِاِجْمَاعِ الصَّحَابَۃِ الخ (المستند المعتمد صفحہ ۱۹۷، ۱۹۸)۔

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمت اللہ علیہ لکھتے ہیں:

بعداز پیغمبر کوئی شخص ابوبکر سے افضل نہیں کیونکہ اس نے مقاتلہِ مرتدین میں نبی کا سا کام کیا ہے (تصفیہ مابین سنی وشیعہ صفحہ ۱۹)۔

(۳)۔ اہلِ سنت کا تحقیقی شعار یہ ہے کہ تمام دلائل پر نظر رکھنے کے بعد فیصلہ کرتے ہیں جس کے بعد انتشار اور افراط وتفریط کا دروازہ بند ہوجاتا ہے۔ مثلاً تمام دلائل دیکھنے کے بعد واضح ہوتا ہے کہ منافقت کی مندرجہ ذیل چار علامات ہیں:

سب سے پہلا اور بنیادی منافق وہ ہے جسکے دل میں نبی کریم ﷺ کا بغض ہو، سورۃ المنافقون انہی کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ ایسا شخص کافر اور جہنمی ہے كُلُّ مَنْ اَبْغَضَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ بِقَلْبِهٖ كَانَ مُرْتَدًّا (فتح القدیر جلد ۶ صفحہ ۹۱)۔

منافقت کی دوسری نشانی سیدنا ابوبکر وعمر اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا بغض ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ابوبکر اور عمر کی محبت ایمان کی نشانی ہے اور ان کا بغض کفر کی نشانی ہے (فضائلِ صحابہ از امام احمد بن حنبل: ۴۸۷)۔ نبی کریم ﷺ نے سیدنا عثمان غنی سے بغض رکھنے والے کا جنازہ نہیں پڑھا (ترمذی: ۳۷۰۹)۔ انصار صحابہِ کرام کی محبت ایمان کی نشانی ہے اور انکا بغض منافقت کی نشانی ہے (بخاری: ۱۷، مسلم: ۲۳۵)۔ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا، میرے بعد انہیں اپنی تنقید کا نشانہ مت بنانا، جس نے ان سے محبت کی اسکے دل میں میری محبت تھی اس لیے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس کے دل میں میرا بغض تھا اس لیے ان سے بغض رکھا (ترمذی: ۳۸۶۲)۔ معلوم ہوا کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سمیت ہر صحابی کا بغض منافقت ہے۔ ایسا شخص گمراہ، بے دین اور جہنم کا حق دار ہے۔

منافقت کی تیسری نشانی مولی المسلمین سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ اور اہلِ بیت اطہار رضی اللہ عنہم کا بغض ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: علی سے مومن کے سواء کوئی محبت نہیں کریگا اور منافق کے سواء کوئی بغض نہیں رکھے گا (مسلم: ۲۴۰)۔ میرے اہلِ بیت سے میری محبت کی خاطر محبت کرو (ترمذی: ۳۷۸۹)۔ ابوبکر، عمر، عثمان اور علی کی محبت اللہ نے تم پر فرض

کردی ہے (طبقاتِ حنابلہ ۱/ ۸۲)۔اے اللہ! میں حسن اور حسین سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور جو اِن سے محبت کرے اس سے محبت فرما (ترمذی حدیث: ۳۷۶۹)۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کالازمی تقاضا ہے کہ یزید پلید سے نفرت کی جائے۔ اہل بیت اطہار علیہم الرضوان سے بغض رکھنے والا شخص بھی گمراہ، بے دین اور جہنم کا حق دار ہے۔

منافقت کی چوتھی نشانی یہ ہے کہ: امانت دی جائے تو خیانت کرے، بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور جھگڑا کرے تو گالیاں دے (بخاری: ۳۴، مسلم: ۲۱۰)۔ایسا شخص عملی منافق اور گناہ گار ہے۔

(۴)۔ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہیں اور آپ پر طعن اہل سنت سے خروج کو مستلزم ہے۔آپ کی شان میں چند احادیث اور علماء کے اقوال ملاحظہ کریں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی خالہ اُمِ حرام بنتِ ملحان سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ہاں قیلولہ فرمایا، پھر مسکراتے ہوئے جاگے، میں نے عرض کیا آپ کس وجہ سے ہنسے؟ فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کیے گئے جنہوں نے اس سبز سمندر کو عبور کیا جیسے بادشاہ لشکروں پر۔ انہوں نے عرض کیا اللہ سے دعا فرمایئے کہ مجھے ان میں سے کردے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے لیے دعا فرمائی ،پھر دوبارہ سو گئے اور اسی طرح جاگے، تو انہوں نے پہلے کی طرح عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح جواب دیا، انہوں نے عرض کیا دعا فرمایئے اللہ مجھے ان میں سے کردے، تو فرمایا: تم پہلے لشکر میں سے ہو۔ بعد میں وہ اپنے شوہر عبادہ بن صامت کے ہمراہ جہاد پر گئیں، یہ پہلا لشکر تھا کہ مسلمانوں نے معاویہ کے ہمراہ سمندر کو عبور کیا، جب وہ لوگ قافلوں کی صورت میں واپس ہوئے تو شام میں قیام کیا، ام حرام کے قریب جانور کو لایا گیا تا کہ اس پر سوار ہوں، جانور نے انہیں گرادیا اور وہ شہید ہوگئیں (بخاری: ۲۷۸۸، مسلم: ۴۹۳۴)۔

حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ امیر المومنین معاویہ کو سمجھائیں وہ صرف ایک وتر پڑھتے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک وہ

فقیہ ہے (بخاری حدیث: ۳۷۶۵)۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: معاویہ کو کچھ نہ کہو وہ رسول اللہ ﷺ کا صحابی ہے (بخاری حدیث: ۳۷۶۴)۔

حضرت عبدالرحمن بن عمیرہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے تھے، نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے معاویہ کے لیے دعا فرمائی: اے اللہ اسے ہدایت دینے والا، ہدایت والا بنا، اور اس کے ذریعے سے ہدایت دے (ترمذی حدیث: ۳۸۴۲)۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اے اللہ معاویہ کو کتاب اور حساب کا علم سکھا اور اسے عذاب سے بچا (مسند احمد حدیث: ۱۷۱۵۲)۔

حضور سیدنا غوثِ اعظم رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں: رہا امیر معاویہ اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کا معاملہ، تو وہ بھی حق پر تھے اسلیے کہ وہ خلیفہ مظلوم کے خون کا بدلہ لینا چاہتے تھے اور قاتل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں موجود تھے۔ پس ہر فریق کے پاس جنگ کے جواز کی ایک وجہ موجود تھی۔ لہٰذا ہمارے لیے سکوت اس سلسلہ میں سب سے اچھی بات ہے، انکے معاملے کو اللہ کی طرف لوٹا دینا چاہیے۔ وہ سب سے بڑا حاکم اور بہترین فیصلہ کرنیوالا ہے۔ ہمارا کام تو یہ ہے کہ ہم اپنے عیوب پر نظر ڈالیں اور دلوں کو گناہوں کی چیزوں سے اور اپنی ظاہری حالتوں کو تباہی انگیز کاموں سے پاک اور صاف رکھیں (غنیۃ الطالبین صفحہ ۱۸۶)۔

حضرت مجددالفِ ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اہل سنت حضرت امیر سے جنگ کرنیوالوں کے حق میں محض خطا کے لفظ سے زیادہ سخت لفظ استعمال کرنا جائز نہیں سمجھتے اور زبان کو انکے طعن و تشنیع سے بچاتے ہیں اور حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صحابی ہونے کا حیاء کرتے ہیں (مکتوباتِ امام ربانی جلد ۲ صفحہ ۹۵ مکتوب نمبر ۳۶)۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام حسن رضی اللہ عنہ کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح فرمانا امیر معاویہ کی امارت کے صحیح ہونے کا ثبوت ہے (اشعۃ

اللمعات جلد ۴ صفحہ ۶۹۷)۔

امامِ اہلِ سنت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمت اللہ علیہ امامِ حسن اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان صلح والی حدیثِ بخاری کی شرح میں فرماتے ہیں: اس حدیث سے واضح ہوگیا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن دراصل امامِ حسن مجتبیٰ پر طعن ہے بلکہ انکے جدِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن ہے، بلکہ انکے رب عزوجل پر طعن ہے (المستند المعتمد صفحہ ۱۹۹)۔

(۵)۔ اہلِ سنت و جماعت کا شِعار رہا ہے کہ وہ خلفاءِ راشدین، عشرۂ مبشرہ، اہل بیت اطہار اور جمیع صحابۂ کرام علیہم الرضوان سے محبت کرتے ہیں، ان سب کی تعظیم کرتے ہیں اور انکی تعریف و توصیف کرتے ہیں۔ کسی ایک کی تعریف کا مطلب دوسرے کی تنقیص نہیں ہوتا، لیکن احتیاط کا پہلو یہ ہے کہ ایک صحابیِ رسول کی تعریف کیساتھ دوسروں کی بھی تعریف کی جائے مثلاً حضرت امام جزری رحمہ اللہ (متوفیٰ ۸۳۳ھ) نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مناقب پر ایک کتاب ''اسنی المطالب'' لکھی ہے، لیکن انہوں نے اپنے اصل موضوع کیساتھ ساتھ سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے مناقب بلکہ انکی افضلیت پر بھی احادیث بیان کرنا ضروری سمجھا تا کہ کسی فتنہ باز کو یک طرفہ غلو اور بدعقیدگی پھیلانے کا موقع نہ ملے۔

مثلاً یہ حدیث مبارک: مسجد میں کھلنے والے تمام دروازے بند کردو سواء ابوبکر کے دروازے کے (اسنی المطالب حدیث: ۲۰، بخاری حدیث: ۴۶۷)۔ ابوبکر سے کہو لوگوں کو نماز پڑھائے (اسنی المطالب حدیث: ۳۹، بخاری حدیث: ۶۷۸)۔ ابوبکر و عمر جنتی بوڑھوں اور جوانوں کے سردار ہیں (اسنی المطالب حدیث: ۶۹، ترمذی حدیث: ۳۶۶۶)۔ اور اس کتاب کا آخری عنوان یہ قائم کیا ہے: مَنْ اَحَبَّ اَبَابَکْرٍ وَ عُمَرَ فَقَدْ اَحَبَّ عَلِیًّا یعنی جس نے ابوبکر اور عمر سے محبت کی اسی نے علی سے محبت کی (اسنی المطالب صفحہ ۸۹)۔

اس عنوان کے تحت چار اشعار بھی لکھے ہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ امام جزری رحمہ اللہ نے انہی شعروں پر کتاب ختم کردی ہے، وہ اشعار یہ ہیں:

اَشْهَدُ بِاللّٰهِ وَ آيَاتِهٖ شَهَادَةً اَرْجُوْ بِهَا عِتْقِيْ
اَنَّ اَبَا بَكْرٍ وَمَنْ بَعْدَهٗ ثَلَاثَةٌ اَئِمَّةُ الصِّدْقِ
اَرْبَعَةٌ بَعْدَ النَّبِيِّيْنَ هُمْ بِغَيْرِ شَكٍّ اَفْضَلُ الْخَلْقِ
مَنْ لَّمْ يَكُنْ مَذْهَبُهٗ هٰكَذَا فَاِنَّهٗ زَاغَ عَنِ الْحَقِّ

ترجمہ: میں اللہ کی اور اس کی آیات کی قسم کھا کر گواہی دیتا ہوں، ایسی گواہی جس سے مجھے اپنے جہنم سے چھٹکارے کی امید ہے، کہ ابوبکر اور اس کے بعد والے تینوں سچے امام ہیں۔ یہ چاروں نبیوں کے بعد تمام مخلوق سے افضل ہیں، جس کا یہ مذہب نہ ہو وہ حق سے ہٹا ہوا شخص ہے (اسنی المطالب صفحہ ۸۹ یعنی آخری صفحہ)۔

یہ ہے اہلِ سنت و جماعت کا تعظیمِ اکابر کے بارے میں طرزِ عمل۔ بعض لوگ محبت یا منقبت سے متعلق احادیث میں سے کسی ایک کے ساتھ تمسّک اور دوسری کو نظر انداز کرنے کا شِعار اختیار کر کے کج ذہن لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں یا غلو اور اِفراط و تفریط کی طرف لے جاتے ہیں۔ قرآن کی رو سے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی محبت و تعظیم لازم ہے، لیکن کسی کی تنقیص کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام علیہم الرضوان کے درمیان بھی درجات و مراتب کا فرق موجود ہے، لیکن کسی کی تنقیص و توہین کی اجازت نہیں ہے۔ صحابہ کرام کی باہمی رنجشوں اور اہل بیت کی باہمی ناراضگیوں کو ہم اللہ کے سپرد کرتے ہیں اور ادب کا دامن نہیں چھوڑتے۔

(۶)۔ اہلِ سنت کے بارے میں بدگمانی کرنا اور انکے کامل مومن ہونے کے باوجود انہیں منکر کہنا بلکہ ناصبی کہنا روافض کی واضح علامات میں سے ہے، حضرت غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

عَلَامَةُ الرَّافِضَةِ تَسْمِيَتُهُمْ اَهْلَ الْاَثَرِ: نَاصِبَةً یعنی روافض کی علامت یہ ہے کہ اہل سنت کو ناصبی کہتے ہیں (غنیۃ الطالبین صفحہ ۱۶۶)۔

(۳)۔میلادالنبی وسیرت النبی ﷺ کی محافل اور انکی اصلاح

منکرینِ محافلِ میلاد کا طریقہ یہ ہے کہ صرف سیرت النبی ﷺ کے جلسے منعقد کرتے ہیں ۔جبکہ اہلِ سنت و جماعت کا طریقہ ہے کہ میلاد النبی ﷺ اور سیرت النبی (ﷺ) کے دونوں عنوانات کو تہِ دل سے پسند کرتے ہیں تا کہ فرمانِ رسول ﷺ: لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُونَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ یعنی تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کے ماں باپ اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں (بخاری حدیث: ۱۵، مسلم حدیث: ۱۶۹) کا فیض بھی جاری رہے اور فرمانِ باری تعالیٰ: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ یعنی بے شک اللہ کے رسول میں تمہارے لیے بہترین عملی نمونہ ہے (الاحزاب: ۲۱) کا حق بھی ادا ہو سکے۔

پچھلے عنوان کی طرح یہاں سے بھی اہلِ سنت کی وسعتِ ظرف اور دوسروں کی تنگ دامانی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

علمی خطابات کی ضرورت

محافلِ میلاد اہل سنت و جماعت کے معمولات کا اہم حصہ ہیں۔ یہ محافل روحانی بالیدگی اور علم کے حصول کا اہم ذریعہ ہیں۔لیکن کچھ عرصے سے بعض مقامات پر بعض دنیاداروں نے اپنی ذات کی نمود و نمائش کی غرض سے محافلِ نعت کا انعقاد شروع کر دیا ہے۔ ان محافل میں عام طور پر پیشہ ور نعت خوان آتے ہیں جو عجیب و غریب وضع قطع اختیار کیے ہوئے ہوتے ہیں اور ان کی نعت خوانی کا مقصد بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کی بجائے دنیاوی منفعت کا حصول ہوتا ہے، جو اِن کے ناز و انداز سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے۔ اس طرح کی محافل میں نعت گوئی اور نعت خوانی کے آداب کی سرعام دھجیاں اڑائی جاتی ہیں،

عام طور پر کسی مستند عالم سے تقریر نہیں کرائی جاتی۔ اگر کہیں کسی عالمِ دین کو بلا ہی لیا جائے تو اس کی تقریر سب سے آخر میں رکھی جاتی ہے جب عوام تھک چکے ہوتے ہیں۔ بہت سے لوگ کھسکنا شروع ہو جاتے ہیں اور بعض نعت خوان حضرات تو کسی عالم کی تقریر سنتے ہی نہیں، وہ نعت پڑھنے کے فوراً بعد نوٹ سمیٹ کر جوتے بغل میں دبا کر نکل جاتے ہیں، جب کہ بعض نعت خوان اہل سنت و جماعت کے برعکس عقائد کے حامل ہوتے ہیں۔ بعض کی نعت خوانی انکے عقیدے کا حصہ نہیں ہوتی بلکہ محض معاش کا ذریعہ ہوتی ہے۔

حکیم الامت علامہ مفتی احمد یار خان بدایونی نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنا دردِ دل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اہلسنت بہر قوالی و عرس — دیوبندی بہر تصانیف و درس

خرچ سنی بر قبور و خانقاہ — خرچ نجدی بر علوم و درسگاہ

خطیب حضرات کی خدمت میں درمندانہ اپیل

علمی خطابات تبلیغ دین کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ علمی خطاب جس قدر فائدہ مند ہیں جاہلانہ خطابات اس سے زیادہ نقصان دِہ ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ اِنْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهٗ مِنَ الْعِبَادِ، وَلٰكِن يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَآءِ، حَتّٰى اِذْ لَمْ يَبْقَ عَالِمًا، اِتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوا فَاَفْتَوا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوا [بخاری: ۱۰۰، مسلم: ۶۷۹۶]۔

ترجمہ: بے شک اللہ علم کو اچک کر قبض نہیں کرے گا کہ بندوں میں سے اسے کھینچ لے بلکہ علماء کو قبض کرنے سے علم کو قبض کرے گا۔ حتیٰ کہ ایک عالم بھی باقی نہ رہے گا۔ لوگ جاہلوں کو اپنا سربراہ بنالیں گے۔ پھر ان سے سوال پوچھے جائیں گے۔ وہ علم کے بغیر فتویٰ دیں گے۔ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ایک واعظ سے پوچھا: کیا تم ناسخ و منسوخ کا علم

جانتے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: فَاخْرُجْ مِنْ مَسْجِدِنَا وَلَا تُذَكِّرْ فِيْهِ ہماری مسجد سے نکل جا اور یہاں وعظ مت کر (کنز العمال حدیث: ۲۹۴۳۵)۔

امام اہلسنت امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال ہوا: ''ایک شخص اسلام وایمان و شرع شریف کے احکام کو جانتا ہے اور لوگوں کو گناہ سے بچنے کی ہدایت اس آیت کے وسیلے: ''فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى'' کے کرسکتا ہے یا نہیں؟ آپ نے جواب میں لکھا: ''اگر عالم ہے تو اس کا یہ منصب ہے اور جاہل کو وعظ کہنے کی اجازت نہیں، وہ جتنا سنوارے گا، اس سے زیادہ بگاڑے گا (فتاویٰ رضویہ جلد ۲۳ صفحہ ۷۱۷)۔

متعدد دینی محافل میں علمی اور سنجیدہ گفتگو نہ ہونے کی وجہ سے تعلیم یافتہ اور باشعور طبقہ اس قسم کی محافل سے دور ہوتا جارہا ہے، اس کا سبب یہی ہے کہ انہیں معلوم ہے وہاں کیا ہوگا۔

اب تو جاہل طبقات نے ڈھول بجانا، دھونی لگانا اور دھمال ڈالنا شروع کردیا ہے اور طرح طرح کے جھنڈے لگائے بیٹھے ہیں۔ دوسری طرف تعلیم یافتہ طبقہ غیر علمی خطابات سے متنفر ہوکر وہاں جاتا ہے جہاں انہیں قرآن وسنت اور علم دستیاب ہوتا ہے۔

حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے زمانے کے خطیبوں کا شکوہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ایک گروہ دوسرا ہے جو وعظ وتذکیر کی اصل منہاج سے انحراف کرچکا ہے، اس زمانے کے سارے واعظین اس میں مبتلا ہیں، سوائے ان نادر اہل علم کے جو ملک کے بعض علاقوں میں موجود ہوں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے شرورِ نفس سے محفوظ فرمالیا ہو، لیکن ہمیں ان کا علم نہیں ہے۔ ان واعظین کا ایک گروہ ایسا ہے جو نکتہ آفرینیاں کرتا ہے، ہم وزن جملے بازیوں اور تک بندیوں سے کام لیتا ہے، الغرض ان کی ساری کاوش معنویت کی بجائے وزن بندی پر صرف ہوتی ہے، وہ (عوام میں جوش پیدا کرنے کے لیے) وصال و فراق کے اشعار پڑھتے ہیں اور ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان کی مجالس میں مصنوعی وجد اور نعرے بازی پائی جائے، خواہ یہ سب کچھ فاسد اغراض ہی کے لیے کیوں نہ ہو، یہ انسان کے بھیس میں شیطان ہیں، انہوں نے لوگوں کو راہِ راست سے بھٹکا دیا ہے۔ گزشتہ

زمانوں کے واعظین میں اگر کوئی ذاتی کمزوری بھی ہوتی، توکم از کم وہ دوسروں کی اصلاح کرتے تھے، شریعت کے مطابق وعظ وتذکیر کرتے، لیکن یہ لوگ تو اللہ کی راہ میں رکاوٹ بن چکے ہیں اور اللہ کی مخلوق کو اللہ کی رحمت کے نام پر دل خوش کن امیدیں دلا کر فریب میں مبتلا کر دیا ہے، سو ان کے خطاب سے سننے والوں میں گناہ پر جسارت اور دنیا کے بارے میں رغبت پیدا ہوتی ہے۔ (واعظوں کا یہ فریب دوآتشہ ہوجاتا ہے، خاص طور پر جب یہ) حسین وجمیل لباس اور سواریوں سے خود کو مزین کرتے ہیں، اگر آپ سر کی چوٹی سے لے کر پاؤں تک ان کی ہیئت کو دیکھیں تو دنیا کے بارے میں ان کی شدید حرص کا آپ کو اندازہ ہو جائے گا، سو اِن واعظین کا فساد اصلاح کے مقابلے میں زائد ہے، بلکہ درحقیقت اصلاح تو ہے ہی نہیں، یہ بڑی تعداد میں لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اوران کی دھوکا بازی پوشیدہ نہیں ہے (احیاء علوم الدین صفحہ ۴۷ ۱۳)۔

یہ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دور کا حال ہے، اس سے اپنے دور کا اندازہ لگا لیجیے، کسی نے سچ کہا ہے: ''قیاس کن زِ گلستانِ من بہارِ مرا''۔

مروجہ خطابات کی اصلاح

آج کے دور میں (۱)۔جاہل لوگوں کا خطیب بن جانا۔(۲)۔علم پر ترنم کو ترجیح دینا۔(۳)۔قرآن وسنت اور مضبوط حوالوں کی بجائے موضوع روایات بیان کرنا اور شعرو شاعری سے زیادہ کام لینا۔(۴)۔عوام کی اصلاح کرنے کی بجائے عوام کی فرمائشیں پوری کرنا۔(۵)۔صرف جنت کا یقین دلانا اور جہنم سے نہ ڈرانا۔(۶)۔منہاجِ نبوت کے خلاف وعظ کرنے والوں کا سٹیج پر بیٹھے علماء کو اپنی خرافات پر گواہ بنانا اور علماء کا انہیں نہ ٹوکنا۔(۷)۔اگر کوئی غلط بات پر ٹوک دے تو اس کا دشمن بن جانا۔(۸)۔خطاب پر پیشہ وارانہ نعت خوانی کو ترجیح دینا اور دیر سے خطاب شروع کرانا۔(۹)۔لمبے لمبے خطابات کرنا جن کا طول صبح کی نماز رہ جانے کا سبب بنے۔(۱۰)۔عوام کا خود اپنی مرضی سے گلی کوچوں میں غیر

سنجیدہ محفلیں رکھ دینا۔(۱۱)۔اصلاحی موضوعات سے گریز کرنا۔(۱۲)۔مدارس اور طلباء پر پیسہ خرچ کرنے کی بجائے عمرے کے ٹکٹوں کا میلہ لگانا۔(۱۳)۔نقیبِ محفل کے نام سے ایک نیا پیشہ ور طبقہ وجود میں آنا، جو اپنی تک بندیوں سے ساری محفل کا آدھا وقت ضائع کر دیتا ہے(۱۴)۔بے موقع اور بے تکی نعرہ بازی کرنا۔(۱۵)۔عام گزرگاہوں پر محافل کا انعقاد کر کے لوگوں کی آمدورفت کے حق کو تلف کرنا، جسے فقہ میں ''حقِ مُرور''(Right Of Passage) کہا گیا ہے۔(۱۶)۔شریعت کے مطابق بزرگوں کے عرس منانے کی بجائے میلے رکھنا اور کھیل تماشے سجانا اور واعظین کا جاہل سجادہ نشینوں کی خوشامد کرنا۔یہ چند امور ہیں جو خرابی کا سبب بن رہے ہیں اور ان کی اصلاح کی شدید ضرورت ہے۔

میلادالنبیا کے جلوس

میلاد شریف کا جلوس ایسی پاکیزگی اور نظم کے ساتھ نکلنا چاہیے کہ اگر کوئی غیر مسلم دیکھے تو کشش محسوس کرے۔لیکن بعض جلوس اس قدر منفی اثرات کے حامل ہوتے ہیں کہ اغیار کا متاثر ہونا تو کجا خود سنجیدہ مسلمان بھی پریشان ہوجاتے ہیں۔مسجد نبوی اور کعبہ شریف کی شبیہ، مردوزن کا اختلاط، گلیوں اور بازاروں میں پہاڑیاں بنا کر پیسے کا ضیاع، میوزک پر نعتیں اور بعض جگہ مجازی کلام پر لڑکوں کا رقص کرنا وغیرہ اس کی چند مثالیں ہیں۔پہاڑیاں اور سینریاں بنانا میلاد کے نام پر جمع کیے گئے پیسے کا غلط استعمال ہے، ایسی چیزوں کو دیکھنے کے لیے عورتیں بھی آتی ہیں جو اکثر بے پردہ ہوتی ہیں، مردوزن کا اختلاط بھی ہوتا ہے اور ایک عظیم مذہبی تہوار خرافات اور بے حیائی کی نذر ہوجاتا ہے جو کہ مسلمانوں کے لیے ایک لمحۂ فکریہ ہے۔ان جلوسوں سے دینی فائدہ حاصل کرنے کے لیے مناسب حکمتِ عملی کی ضرورت ہے تا کہ اہل سنت و جماعت کا صحیح تشخص واضح ہو۔ان خرابیوں کو گمراہ لوگ مسلکِ اہل سنت و جماعت کی طرف منسوب کر کے مسلکِ حق کو ہدفِ طعن نہ بنا سکیں۔

☆......☆......☆

(۴)۔شاعری کی اصلاح

شاعری فی نفسہ نہ حرام ہے اور نہ مطلوبِ شرعی، اس پر شرعی حکم اسکے مندرجات یا مشمولات (contents) پر لگے گا، اس کا حَسَن، حَسَن ہے اور قبیح، قبیح ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشعار کے بارے میں فرمایا:

هُوَ کَلَامٌ فَحَسَنُهٗ حَسَنٌ وَ قَبِیْحُهٗ قَبِیْح یعنی شعر بھی کلام ہے، اس میں سے (معنوی اعتبار سے) جو اچھا ہے وہ (شریعت کے معیار پر) بھی اچھا ہے اور جو (معنوی اعتبار سے) خراب ہے وہ (شریعت کے اعتبار سے بھی) خراب ہے (مشکوٰۃ:۴۸۰۷)۔

اس حدیث شریف میں اچھے شاعروں کی حوصلہ افزائی اور خلافِ شرع لکھنے والوں کی خرابی بیان ہوئی ہے۔اچھے شعروں کو اچھا سمجھنے اور برے شعروں کو برا سمجھنے پر امت کا اجماع ہے۔امامِ اہلسنت احمد رضا خان قادری رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

شعر کی نسبت حدیث میں فرمایا: وہ ایک کلام ہے، جن کا حَسَن، حَسَن اور قبیح قبیح، یعنی مضمون پر مدار ہے، اگر اچھا ذکر ہے، شعر بھی محمود اور برا تذکرہ ہے تو شعر بھی مذموم۔ بحور وعروض پر موزون ہو جانا خواہی نہ خواہی قُبح کلام کا باعث نہیں، اگر چہ اس میں انہماک واستغراقِ تام متکلم کے حق میں شرع کو ناپسند (فتاوی رضویہ جلد ۸ صفحہ ۳۰۳)۔

آپ ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ پر یہ پابندی لگائی کہ:

لَا تَعْجَلْ، فَاِنَّ اَبَابَکْرٍ اَعْلَمُ قُرَیْشٍ بِاَنْسَابِهَا ، وَاِنَّ لِیْ فِیْهِمْ نَسَباً، حَتّٰی یُلَخِّصَ لَكَ نَسَبِیْ یعنی اے حسان! بے شک ابو بکر قریش کے سب سے بڑے ماہر انساب ہیں، اور میرا نسب بھی قریش میں سے ہے، جب تک ابو بکر تجھے میرے نسب کے بارے میں رہنمائی نہ دیں شعر لکھنے میں جلدی مت کرنا (مسلم حدیث:۶۳۹۵)۔

نبی کریم ﷺ کے سامنے حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ نے کلام پڑھا۔اس کلام میں ایک نعتیہ شعر اس طرح پڑھا گیا:

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُورٌ يُسْتَضَاءُ بِهٖ
مُهَنَّدٌ مِنْ سُيُوفِ الْهِنْدِ مَسْلُوْلُ

ترجمہ: بے شک رسول ایسا نور ہیں جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے، آپ ہند کی سونتی ہوئی تلوار ہیں۔

آپ ﷺ نے اس شعر پر حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو ٹوک دیا اور شعر کی اسطرح اصلاح فرمائی:

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُورٌ يُسْتَضَاءُ بِهٖ
مُهَنَّدٌ مِنْ سُيُوفِ اللهِ مَسْلُوْلُ

ترجمہ: بے شک رسول ایسا نور ہیں جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی ایک شمشیر بے نیام ہیں (سبل الہدیٰ والرشاد جلد ا صفحہ ۳۷۴)۔

یعنی رسول اللہ ﷺ نے اپنے لیے "ہندی تلوار" کی نسبت کو پسند نہیں فرمایا بلکہ اپنے لیے اللہ تعالیٰ کی نسبت کو پسند فرمایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ نعت لکھنا انتہائی نازک کام ہے کہ اگر افراط سے کام لیا تو شرک ہوجائے گا اور اگر تفریط سے کام لیا تو بے ادبی ہوجائے گی اور اعمال ضائع ہوجائیں گے۔ پس احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ غیر عالم نعت لکھنے سے اجتناب کرے اور اگر یہ سعادت حاصل کرنا ہی چاہتا ہے تو اپنے کلام کی توثیق کسی مستند عالم دین سے کرائے۔

شاعری اگر جائز طریقے سے کی جائے تو پھر بھی اس قدر احتیاط لازم ہے کہ اسے اس قدر غالب نہ کیا جائے کہ اللہ کے ذکر یا علم حاصل کرنے یا قرآن مجید پڑھنے میں رکاوٹ بنے۔

عصر حاضر میں شاعرانہ اور نقیبانہ خرافات کی مثالیں

فرشتوں کو (معاذ اللہ) کمی (کام کرنے والے نوکر) کہنا یا سیدنا جبریل علیہ

السلام کو درزی کہنا، حالانکہ اللہ کریم فرشتوں کو اپنے مکرم بندے قرار دیتا ہے: بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ بلکہ سب فرشتے اس کے عزت والے بندے ہیں (الانبیاء:۲۶)۔

علامہ ابوشکور سالمی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: مَنْ ذَكَرَ نَبِيًّا اَوْ مَلَكاً بِالْحَقَارَةِ فَاِنَّهٗ يَصِيْرُ كَافِراً یعنی جس نے کسی نبی یا کسی فرشتے کا ذکر حقارت سے کیا وہ کافر ہو جائے گا (التمہید صفحہ ۱۱۲)۔

اسی طرح اہل بیت اطہار علیہم الرضوان کا تقابل نبی کریم ﷺ سے اس طرح کرنا کہ تنقیص اور توہین رسالت لازم آئے، حالانکہ غیر نبی کو کسی بھی نبی سے بڑھانا کفر ہے چہ جائیکہ سیدالانبیائ ﷺ سے بھی بڑھا دیا جائے۔

امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وہ پڑھنا سننا جو منکراتِ شرعیہ پر مشتمل ہو، ناجائز ہے، جیسے روایاتِ باطلہ وحکایاتِ موضوعہ و اشعار خلافِ شرع خصوصاً جن میں توہین انبیاء و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام ہو کہ آج کل کے جاہل نعت گویوں کے کلام میں یہ بلائے عظیم بکثرت ہے حالانکہ وہ صریح کلمہ کفر ہے (فتاویٰ رضویہ ۲۳/ ۷۲۲)۔

امام اہلسنت رحمہ اللہ تعالیٰ نے عام، گمنام اور بے ہودہ لوگوں کے اشعار کے مطالب پوچھنے پر ناگواری کا اظہار فرمایا، چنانچہ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

''ایسے اشعار کا مطلب اس وقت پوچھا جاتا ہے، جب معلوم ہو کہ قائل کوئی معتبر شخص تھا، ورنہ بے معنی لوگوں کے ہذیان کیا قابلِ التفات (فتاویٰ رضویہ جلد ۲۹ صفحہ ۶۷)''۔



(۵)۔مُرَوَّجہ نعت خوانی کی اصلاح

نعت یا کلام سننے کا اصل مقصد نفس کی اصلاح اور اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی طرف یکسوئی کا حصول ہے۔اب ظاہر ہے کہ اس مقصد کے لیے کلام کا سنجیدہ ہونا، محفل کا عورتوں سے خالی ہونا اور پیسے کا لالچ نہ ہونا ضروری ہے۔

حضرت داتا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: جاہلوں نے کلام کے ظاہر کو اختیار کرلیا ہے اور اس کے باطن اور اصل مقصد کو چھوڑ کر خود بھی ہلاک ہوئے اور سامعین کو بھی ہلاک کردیا(کشف المحجوب صفحہ ۴۵۲)۔

پیشہ ور لوگوں کا کلام پڑھنا اور جدید فیشنی لباس پہن کر آنا وغیرہ اسی ظاہرداری اور جہالت کی واضح علامات ہیں جس کا ذکر حضرت داتا صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

سیدالمرسلین ﷺ نے فرمایا:اِیَّاکُم وَلُحُونَ اَھْلِ الْعِشْقِ۔

ترجمہ: اہل عشق (یعنی نفسانی عشق پر مبنی شاعری) کی طرز سے بچنا تم پر لازم ہے(شعب الایمان للبیہقی: ۲۶۴۹، مشکوٰۃ: ۲۲۰۷)۔

دف یا ڈھول کے ساتھ نعت پڑھنا جمہور کے نزدیک جائز نہیں۔علامہ ملّا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ خلاصہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

دف اور ڈانڈیوں پر قرآن پڑھنا کفر ہے، میں کہتا ہوں: اور اسی طرح دف اور ڈانڈیوں پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے اور نعتِ مصطفی ﷺ پڑھنے کا حکم بھی اس کے قریب تر ہے اور اسی طرح ذکرِ الٰہی پر تالیاں بجانا بھی ممنوع ہے(شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۶۷)۔

بعض لوگ دف کے جواز کی دلیل پیش کرتے ہیں کہ استقبالِ مدینہ کے موقع پر دف بجایا گیا تھا۔اسکا جواب یہ ہے کہ وہ دف مکہ کے اہلِ علم صحابہ نے نہیں بجایا تھا بلکہ مدینہ کی نومسلم بچیوں نے بجایا تھا جن کی اکثریت ابھی تک حبیبِ کریم ﷺ کے دیدار سے مشرف ہوکر صحابیات نہیں بنی تھی۔یہ بچیاں عہدِ اسلام کی تربیت یافتہ بھی نہیں تھیں، بلکہ اس

عہد کے قبائلی رواج کے مطابق انہوں نے ایسا کیا اور وہ بھی ایک دائرے میں تھا نیز وہ شرعی احکام کی مُکَلَّفَات بھی نہیں تھیں۔

ہاں البتہ بعد میں اسکی ممانعت فرمائی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اَمَرَنِي رَبِّيْ بِمَحْقِ الْمَعَازِفِ یعنی میرے رب نے مجھے آلاتِ موسیقی توڑ دینے کا حکم دیا ہے (مسند احمد حدیث: ۲۲۱۱۹، مشکوٰۃ حدیث: ۳۶۵۴)۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے شراب، جواء، طبل اور غلّے سے تیار شدہ شراب سے منع فرمایا (ابوداوٗد: ۳۶۸۵، مشکوٰۃ: ۳۶۵۲)۔

ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: میری امت میں ضرور ایسے لوگ ہوں گے جو زنا، ریشم، شراب اور گانے بجانے کے آلات کو حلال قرار دیں گے اور ضرور کچھ قومیں پہاڑ کے دامن میں ٹھہریں گی، صبح اور شام ان کے پاس ان کا چرواہا (یعنی فقیر) آئے گا اور اپنی ضرورت بیان کرے گا، تو وہ کہیں گے: ہمارے پاس کل آنا، اللہ تعالیٰ رات میں ہی ان کو ہلاک کر دے گا اور ان پر پہاڑ کو گرا دے گا اور دوسرے لوگوں (یعنی زنا اور ریشم وغیرہ کو جنہوں نے حلال قرار دیا تھا) کو بندروں اور خنزیروں کی صورتوں میں مسخ کر دے گا، وہ قیامت تک اسی صورت میں رہیں گے (بخاری حدیث: ۵۵۹۰)۔

قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ:

ظَهَرَتِ الْقَيْنَاتُ وَ الْمَعَازِفُ یعنی گانا گانے والی عورتوں اور آلاتِ موسیقی کا دور دورہ ہوگا (ترمذی حدیث: ۲۲۱۱)۔

عید کے دن اور شادیوں میں سادہ دف بجانا، جس میں جھانج نہ ہو اور موسیقی کے سر و تال پر نہ بجائے جائیں، بلکہ محض ڈھپ ڈھپ کی بے سری آواز سے نکاح کا اعلان مقصود ہو، جائز ہے (بہارِ شریعت بحوالہ ردالمحتار و عالمگیری جلد ۱۳لف صفحہ ۵۱۰)۔

سلسلہِ چشتیہ کے جو مُتَشَرِّع، مُتَدَیّن اور دینی علم رکھنے والے مشائخ طریقت

اپنی شرائط کے تحت قوالی کراتے ہیں، ہم اس کے بارے میں توقف کرتے ہیں، ان کے اپنے دلائل سہی مگر کم از کم ان کی اپنی تسلیم شدہ شرائط کا لحاظ رکھنا تو ضروری ہے، تاکہ پیشہ ور لوگ ناجائز فائدہ نہ اٹھا سکیں۔ وہ شرائط حسبِ ذیل ہیں:

سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہ فرماتے ہیں: چند چیزیں ہوں تو سماع مباح ہوگا۔ (۱) سنانے والا بالغ مرد ہو بچہ اور عورت نہ ہو۔ (۲) سننے والا جو کچھ سنے وہ یادِ حق پر مبنی ہو۔ (۳) کلام بیہودگی اور مذاق ولغو سے پاک ہو۔ (۴) گانے بجانے کے آلات سارنگی، رباب وغیرہ چاہیے کہ وہ مجلس کے درمیان نہ ہوں۔ اگر یہ تمام شرائط پائی جائیں تو سماع (یعنی قوالی) حلال اور جائز ہے (فتاویٰ رضویہ جلد ۲۴ صفحہ ۱۴۸ بحوالہ سیر الاولیاء)۔

حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ فرماتے ہیں: اَلسَّمَاعُ یَحْتَاجُ اِلٰی ثَلَاثَۃِ اَشْیَاءَ وَاِلَّا فَلَا تَسْمَعْ: اَلزَّمَانُ وَالْمَکَانُ وَالْاِخْوَانُ یعنی سماع تین چیزوں کا محتاج ہے، ان پابندیوں کے بغیر سماع مت کرو: زمان، مکان اور اخوان۔ زمان کا مطلب یہ ہے کہ کھانے، بحث اور نماز کے وقت سماع نہیں ہونا چاہیے، مکان کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کی گزرگاہ اور گندی جگہ پر سماع نہیں ہونا چاہیے، اخوان کا مطلب یہ ہے کہ نااہل لوگوں کو سماع کی محفل میں موجود نہیں ہونا چاہیے (حاصل احیاء العلوم صفحہ ۸۰۷)۔

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

رقص وسرود کے بارے میں حضرت شیخ سعدیؒ کا فیصلہ کافی ہے۔

بگویم سماع اے برادر کہ چیست
مگر مستمع را بدانم کہ کیست

ترجمہ: اے بھائی میں بتاتا ہوں کہ سماع کیا چیز ہے، مگر میں یہ بھی جانتا ہوں کہ سننے والا کتنے پانی میں ہے۔

حصولِ عشقِ الٰہی کا مدار توجہِ شیخ اور کثرتِ ذکرِ الٰہی پر بشرطِ استعداد، نہ عشق

بازی بازناں وطفلاں (فتاویٰ مہریہ صفحہ ۶۷ طبع جدید)۔

مزارات کے ماحول کو بھی بدعات، خرافات، منکرات اور نشہ فروخت کرنے والے اور نشے کے عادی افراد سے پاک رکھنا ضروری ہے، اس لیے حضرت علامہ مفتی منیب الرحمن صاحب دامت برکاتہم نے سہون شریف میں حضرتِ عثمان مروندی عُرف لعل شہباز قلندر رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزارِ مبارک کے سانحہ کے بعد علماء ومشائخ اہلسنت کے ہمراہ وہاں حاضری دی اور پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

''ہمارے نزدیک دھمال اور مردوزن کے مخلوط رقص کا ہماری دینی روایات سے نہ کوئی تعلق ہے اور نہ اس کا کوئی شرعی جواز ہے۔ اس کلچر کی وجہ سے آوارہ منش اور نشے کے عادی لوگ وہاں آتے ہیں اور اس کا تصوُّف وروحانیت اور عرفان واحسان سے کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ اس کی ضد ہے۔ اسی طرح اکابر علمائے احناف کے نزدیک عورتوں کو مزارات پر نہیں جانا چاہیے اور موجودہ خرابیوں کو دیکھا جائے، تو پابندی کی حکمت سمجھ میں آتی ہے''۔

نعت خوان کا اپنے پیچھے لڑکوں کی ٹیم بٹھالینا جو اللہ تعالیٰ جل شانہ کا اسم گرامی بگاڑ بگاڑ کر اسکی تکرار کرتے رہتے ہیں، ناجائز ہے کیونکہ اللہ کریم کا نام بگاڑنا حرام ہے۔

انکا مقصد اللہ عزوجل کا ذکر کرنا نہیں بلکہ دراصل یہ لوگ اللہ کے نام کے ذریعے ڈھول کی آواز پیدا کر رہے ہوتے ہیں۔ اسی طرح لاوڈ اسپیکر یا ساوئنڈ سسٹم کی گونج (Echo) اس طریقے سے کھولنا کہ ڈھول یا ساز جیسا رِدھم پیدا ہو جائے، ناجائز ہے۔ اس موضوع پر متعدد علماء کرام اپنی تحریرات کے ذریعے اصلاح کا فریضہ سرانجام دے چکے ہیں۔

نعت خوانی کو پیشہ نہ بنایا جائے کیونکہ حمد ونعت اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول مکرم ﷺ سے تقرُّب اور اظہارِ محبت کا ذریعہ ہے اور اسے پیشہ بنانے سے ان چیزوں کا حصول ممکن نہ رہے گا۔ طاعات میں صرف ان چیزوں کی اجرت جائز ہے جن کے نہ ہونے سے دین میں حرج واقع ہو جیسے امامت، مؤذنی، تعلیم قرآن وفقہ وحدیث وغیرہ۔

نعت خوانی کی اجرت کا مطالبہ کرنا درست نہیں البتہ اگر مطالبہ کے بغیر لوگ خوشی سے کچھ پیش کر دیں تو اسے لینے میں حرج نہیں۔ایسی نعت خوانی جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کے لیے نہیں بلکہ محض پیسہ کمانے کے لیے کی جائے اس کی اجرت ناجائز ہے۔اعلیٰ حضرت امامِ احمد رضا خان قادری رحمہ اللہ تعالیٰ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:

وعظ و حمد و نعت سے ان کا مقصود محض اللہ ہے اور مسلمان بطور خود ان کی خدمت کریں تو یہ جائز ہے(فتاویٰ رضویہ جلد ۲۳ صفحہ ۳۸۱)۔دوسری جگہ لکھتے ہیں:

زید نے جو اپنی مجلس خوانی خصوصاً راگ سے پڑھنے کی اجرت مقرر کر رکھی ہے ناجائز و حرام ہے،اس کا لینا اسے ہرگز جائز نہیں،اس کا کھانا صراحۃً حرام ہے،اس پر واجب ہے کہ جن جن سے فیس لی ہے یاد کر کے سب کو واپس دے،وہ نہ رہے ہوں تو ان کے وارثوں کو پھیرے،پتا نہ چلے تو اتنا مال فقیروں پر تصدّق کرے اور آئندہ اس حرام خوری سے توبہ کرے تو گناہ سے پاک ہو(فتاویٰ رضویہ جلد ۲۳ صفحہ ۷۲۴)۔

عوام کی فرمائش

آج کل محافل میں عوام کی فرمائش کی طرف بڑی توجہ دی جا رہی ہے۔ایسی فرمائش بعض اوقات صرف ایک آدمی کر رہا ہوتا ہے اور بعض صورتوں میں یہ لوگ پلانٹڈ ہوتے ہیں،باقی سینکڑوں یا ہزاروں لوگوں کو اس فرمائش سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمائش کی تھی کہ ابوبکر کی منقبت سناؤ،انہوں نے صدیقِ اکبر کی منقبت سنائی (مستدرک حاکم حدیث:۴۴۶۸،۴۵۱۸،الاستیعاب صفحہ ۴۳۰،تاریخ الخلفاء للسیوطی صفحہ ۳۹)۔

قرآن سننے یا سنانے کی فرمائش کرنا نبی کریم ﷺ کی اہم سنت ہے۔نبی کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمائش کی کہ مجھے قرآن سناؤ(بخاری:۴۵۸۲،مسلم:

۱۸۶۷)۔آپ ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں قرآن سناؤں (بخاری: ۴۹۶۰، مسلم: ۱۸۶۴)۔ہماری محفلوں میں اس سنت سے پرہیز کیوں؟امامِ اہلسنت رحمہ اللہ تعالیٰ فتاویٰ عالمگیری کے حوالے سے لکھتے ہیں:

صحابہ کرام کی عادتِ کریمہ تھی کہ جب وہ کسی مجلس میں جمع ہوتے، کسی سے کچھ آیاتِ کلامِ مجید پڑھا کر سنتے (فتاویٰ رضویہ جلد ۲۳ صفحہ ۱۱۸)۔

نعرہ لگانے کے آداب

آج کل محافل میں نعرہ بازی ایک اہم مسئلہ ہے، کسی عالم کی تقریر کی خوبی کو نعروں کی تعداد سے جانچا جاتا ہے۔ اگر کوئی عالم صحیح اور مستند احادیث بیان کرے تو عوام خاموشی سے سنتے ہیں اور بعد میں کہتے ہیں کہ بیان میں مزہ نہیں آیا اور اگر کوئی عجیب و غریب موضوع من گھڑت روایت سنادے تو نعرے لگاتے ہیں اور بڑے خوش ہوتے ہیں ، دین کو انہوں نے حَظّ و سُرور (Entertainment) بنادیا ہے۔ وقت کی ضرورت ہے کہ اس نعرہ بازی کی حوصلہ شکنی کی جائے تاکہ سنجیدہ مزاج لوگ ہماری محافل میں آسکیں اور مقررین بھی نعروں کے حصول کی بجائے سنجیدہ انداز میں گفتگو کرسکیں۔

لفظ نعرہ کے بغیر تکبیر اور رسالت یعنی اللہ اکبر اور یارسول اللہ کا ثبوت احادیث میں موجود ہے۔ نبی کریم ﷺ جب خیبر کے گاؤں میں داخل ہوئے تو فرمایا: اَللّٰہُ اَکْبَرُ خَرِبَتْ خَیْبَرُ یعنی اللہ اکبر خیبر فتح ہوا (بخاری حدیث: ۳۷۱)۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ ہجرت کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ منورہ میں رات کے وقت پہنچے۔ لوگوں میں بحث ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ کس کے مہمان بنیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں عبدالمطلب کے ننھیال بنی نجار کا مہمان بنوں گا اور اُنہیں اس کے ذریعے احترام دوں گا۔ مرد اور عورتیں مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور نوجوان اور خادم راستوں میں پھیل گئے ، وہ نعرے لگارہے تھے یا محمد یارسول اللہ، یا

محمد یارسول اللہ (مسلم حدیث:۷۵۲۲)۔

پیشہ ور نقیبوں سے دین کو بچایئے

(۱)۔ سٹیج سیکرٹری جسے نقیبِ محفل بھی کہا جا رہا ہے، اسکا سرے سے وجود ہی قرآن وسنت اور تعامل امت سے ثابت نہیں، یہ جدید دور کی پیداوار ہے۔ اور اگر اباحتِ اصلیہ کے تحت کسی کو نقیبِ محفل بنایا بھی جائے تو ضروری ہے کہ کسی عالم دین یا سنجیدہ ذی علم شخص کو مقرر کیا جائے تا کہ اس کے فائدے پر اس کا نقصان غالب نہ ہو اور وہ بھی صرف اعلان پر اکتفا کرے۔ غیر عالم کو تو عام تقریر کی بھی اجازت نہیں چہ جائیکہ پوری محفل ہی اس کے رحم وکرم پر چھوڑ دی جائے، آج کل نقابت کے موضوع پر کاروباری لوگوں نے کتابیں چھاپ دی ہیں جنہیں پڑھ کر محض زبان چلا لینے والا آدمی اچھی خاصی نقابت کر سکتا ہے۔ نقیب کا کام یہ ہے کہ قاری، نعت خوان یا مقرر کو دعوت دے کر مائیک اس کے حوالے کر دے، لیکن یہ نام نہاد نقیب محفل میں نقب لگاتے ہوئے پوری محفل کا آدھا وقت اپنا گلا پھاڑنے پر اور سچی جھوٹی باتوں پر خرچ کر دیتا ہے۔

(۲)۔ یہ لوگ ناجائز شعر اور من گھڑت احادیث بیان کرنے میں ماہر ہوتے ہیں۔ غلط بات کہہ دیتے ہیں اور بعد میں مخالفین کے سامنے علماء کو جوابدہ ہونا پڑتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اِتَّقُوا الْحَدِيثَ عَنِّي إِلَّا مَا عَلِمْتُمْ فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ وَمَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ وَمَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (سنن الترمذی:۲۹۵۱)۔

ترجمہ: میری حدیث بیان کرتے وقت سخت احتیاط کرو، وہی بات کہو جس کا تمہیں صحیح صحیح علم ہو، جس نے میرے بارے میں جان بوجھ کر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے اور جو قرآن کی تفسیر اپنی ذاتی رائے سے کرے وہ بھی اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔

(۳)۔ امام احمد رضا قادری رحمہ اللہ تعالیٰ حدیقہ ندیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں: عام آدمی کا اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں ایسی بحث کرنا جس کے نتیجے میں وہ کفر میں گر جائے، بدکاری اور چوری کرنے سے بھی بدتر ہے(فتاویٰ رضویہ ۲۴/۱۵۹)۔

خدا کا خوف رکھنے والے دوستوں سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ اگر آپ عالم نہیں ہیں تو یہ ذمہ داری اپنے سر نہ لیں، اور ذمہ دار علماء سے بھی درخواست ہے کہ اس قسم کے نوجوانوں کو اپنا بے سمجھ بچہ سمجھتے ہوئے اس کام سے منع فرمائیں اور اپنی محافل میں انہیں زحمت نہ دیا کریں۔

(۴)۔ غیر ذمہ داروں کے ہاتھوں میں دی گئی ان محفلوں کو رات گئے تک جاری رکھا جاتا ہے، جس کی وجہ سے محفل کے اکثر شرکاء کی نمازِ فجر یا کم از کم جماعتِ فجر ضرور ترک ہو جاتی ہے، جو بلاشبہ خلافِ شرع ہے۔ان محافل میں نعت خوان حضرات بخشش کے پروانے تقسیم کر رہے ہوتے ہیں، بے عملی بلکہ بدعملی کی ترغیب دیتے ہیں۔حالانکہ ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔اعمال کا مدار خاتمے پر ہے۔

حضرت علاء بن زیاد تابعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

تُحِبُّونَ أَنْ تُبَشَّرُوا بِالْجَنَّةِ عَلٰى مَسَاوِءِ أَعْمَالِكُمْ وَإِنَّمَا بَعَثَ اللهُ مُحَمَّدًا ﷺ مُبَشِّرًا بِالْجَنَّةِ لِمَنْ أَطَاعَهُ وَمُنْذِرًا بِالنَّارِ مَنْ عَصَاهُ۔

ترجمہ: تم لوگ چاہتے ہو کہ برے اعمال پر تمہیں جنت کی خوشخبریاں دی جائیں، حالانکہ اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شخص کیلئے خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا ہے جو انکی اطاعت کرے اور اس شخص کے لیے جہنم سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے جو ان کی نافرمانی کرے[بخاری قبل حدیث: ۴۸۱۵]۔

عقائدِ نسفی کے متن میں ہے:

اَلْيَاسُ مِنَ اللهِ تَعَالٰى كُفْرٌ وَالْاَمْنُ مِنَ اللهِ تَعَالٰى كُفْرٌ یعنی اللہ تعالیٰ

سے مایوس ہونا بھی کفر ہے اور اللہ تعالیٰ (کے جلال سے اور گرفت پر اس کی قدرت) سے بے خوف ہو جانا بھی کفر ہے (متن عقائد نسفی صفحہ ۸)۔

جن محافل میں گناہگاروں کو محض جنت کی خوشخبریاں سنائی جاتی ہوں وہاں شیطان کو محنت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ محافل میں ایسی بات مت کریں جسے لوگ بخشش کا پروانہ سمجھ لیں اور بدعملی کو فروغ ملے۔ محافل میں کسی جید عالم دین کی موجودگی اور پھر ان کا محتاط خطاب بہت ضروری ہے۔

ان محافل میں پیشہ ور واعظوں، پیشہ ور نعت خوانوں، جاہل و جعلی پیروں اور نقیبوں کی بے اعتدالیوں کے سبب یوں لگتا ہے کہ تقویٰ و طہارت کے حاملین کسی کھاتے میں نہیں، جب کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ''

ترجمہ: ''بے شک تم میں سے اللہ کے نزدیک سب سے عزت والا وہ ہے، جو سب سے زیادہ متقی ہے (الحجرات: ۱۳)''۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میرے سب سے زیادہ قریب وہ ہیں جو متقی ہیں، جو بھی ہوں اور جہاں بھی ہوں (مسند احمد: ۲۲۰۵۲)۔

☆......☆......☆

(۶)۔زیارتِ قبور کا طریقہ

قبروں کی زیارت کرنا سنت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَاِنَّهَا تُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا وَتُذَكِّرُ الْاٰخِرَةَ یعنی میں تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا کرتا تھا مگر اب اس کی اجازت ہے، اس سے دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے اور آخرت کی یاد آتی ہے (ابن ماجہ:۱۵۷۱، مسلم:۲۲۶۰)۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ہر جمعہ کو اپنے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کی تو اسکی بخشش ہوگئی اور وہ نیک لوگوں میں لکھ دیا گیا (شعب الایمان للبیہقی حدیث:۷۹۰۱، المعجم الصغیر للطبرانی حدیث:۹۵۵)۔

نبی کریم ﷺ اُحد کے شہداء کی قبروں پر ہر سال کے آغاز میں جایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ یعنی آپکے صبر کے بدلے میں آپ پر سلامتی ہو اور آخرت بہترین گھر ہے۔ ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم بھی ایسا ہی کرتے تھے (المصنف لعبد الرزاق:۶۷۱۶، ابن جریر:۱۵۴۴۳)۔

قبرستان میں جا کر یوں کہنا چاہیے: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ یعنی اے قبروں والو تم پر سلام ہو، اللہ ہماری اور تمہاری مغفرت کرے، تم ہم سے پہلے آ گئے ہو اور ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں (ترمذی حدیث رقم:۱۰۵۳)۔

وَعَنْ اَبِي مَرْثَدَ الْغَنَوِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَا تَجْلِسُوْا عَلَى الْقُبُوْرِ وَلَا تُصَلُّوْا اِلَيْهَا (مسلم:۲۲۵۰، ابوداؤد:۳۲۲۹، ترمذی:۱۰۵۰)۔

ترجمہ: حضرت ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قبروں پر مت بیٹھو اور نہ ہی ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔

قبروں کو سجدہ کرنا اور ان کا طواف کرنا حرام ہے۔ مزارات پر نشہ بازی، ترکِ

نماز، رقص و دھمال، کسی قسم کی خلافِ شرع حرکت اور مزارات پر اغیار کے قبضے سب کچھ ناجائز ہے۔ حضرت داتا گنج بخش سید علی ہجویری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جان لو کہ شریعت اور طریقت دونوں میں رقص کی کوئی اصل نہیں اور تمام عقلاء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ لہو ہے جبکہ بکوشش ہو اور لغو ہے جبکہ بطریق ہزل ہو، کسی ایک بزرگ نے بھی اسے پسند نہیں کیا (کشف المحجوب صفحہ ۴۷۶)۔

مزاراتِ اولیاء پر حاضری کے طریقہ کے بارے میں ہم امام اہلسنت شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک فتویٰ من وعن تحریر کر رہے ہیں:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ . نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ حافظ صاحب کرم فرما سلمکم۔

مزارات شریفہ پر حاضر ہونے میں پائنتی (پاؤں) کی طرف سے جائے اور کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ پر مواجہہ میں (چہرے کے سامنے) کھڑا ہو اور متوسط آواز بادب سلام عرض کرے اَلسَّلَامُ عَلَیۡكَ یَاسَیِّدِیۡ وَ رَحۡمَةُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ، پھر درودِ غوثیہ تین بار، الحمد شریف ایک بار، آیۃ الکرسی ایک بار، سورۂ اخلاص سات بار، پھر درودِ غوثیہ سات بار اور وقت فرصت دے تو سورۂ یٰسین اور سورۂ ملک بھی پڑھ کر اللہ عزوجل سے دعا کرے کہ الٰہی! اس قرأت پر مجھے اتنا ثواب دے جو تیرے کرم کے قابل ہے، نہ اتنا جو میرے عمل کے قابل ہے، اور اسے میری طرف سے اس بندۂ مقبول کو نذر پہنچا۔ پھر اپنا جو مطلب جائز شرعی ہو اس کے لیے دعا کرے اور صاحبِ مزار کی روح کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اپنا وسیلہ قرار دے، پھر اسی طرح سلام کرکے واپس آئے۔ مزار کو نہ ہاتھ لگائے نہ بوسہ دے اور طواف بالاتفاق ناجائز ہے اور سجدہ حرام۔ وَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَعۡلَمُ (فتاویٰ رضویہ جلد ۹ صفحہ ۵۲۲)۔

☆......☆......☆

(۷)۔خانقاہی اصلاحات

صوفیہ کے آستانے اور خانقاہیں اہل سنت و جماعت کے قدیم دینی، اصلاحی اور رفاعی ادارے ہیں، اللہ کریم انہیں آباد رکھے۔ مگر موجودہ حالات میں بعض آستانوں کی اصلاح کی اشد ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے مندرجہ ذیل گزارشات پیش خدمت ہیں۔

(۱)۔ بیعت کے لیے لازم ہے کہ پیر چار شرطوں کا جامع ہو: سنی صحیح العقیدہ، صاحبِ سلسلہ، غیر فاسق معلن، اتنا علم دین رکھنے والا کہ اپنی ضروریات کا حکم کتاب سے نکال سکے۔ جہاں ان شرطوں میں سے کوئی شرط کم ہے بیعت جائز نہیں (فتاویٰ رضویہ جلد ۲۶ صفحہ ۵۶۶)۔

(۲)۔ اپنے اپنے سلاسل کو اپنے مشائخ کے طریقے کے مطابق چلانا اچھی بات ہے مگر صرف سلسلے کا کام کرنے والے لوگوں پر لازم ہے کہ اپنے آستانوں تک محدود رہیں اور اگر دین کے اجتماعی کام کو ہاتھ ڈالنا ہی چاہتے ہیں تو قرآن وسنت کی تصریحات اور اجماع امت کے خلاف فرمان جاری نہ کریں۔

(۳)۔ بعض آستانوں پر انکے اپنے ہی مشائخ کی تعلیمات کو فراموش کر دیا گیا ہے۔ قادری کہلانے والا اگر فتوح الغیب اور سرالاسرار وغیرہ کا مطالعہ اور داتا صاحب رحمہ اللہ کا چاہنے والا کشف المحجوب کا مطالعہ کرے تو صحیح سنی بن کر رہے گا اور خصوصاً سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تک کا بھی احترام کرے گا، داتا صاحب لکھتے ہیں:

یَزِیْدُ بْنُ مُعَاوِیَۃَ اَخْزَاہُ اللہُ دُوْنَ اَبِیْہِ یعنی یزید بن معاویہ کو اللہ رسواء کرے مگر اسکے والد کو نہیں (کشف المحجوب صفحہ ۷۸)۔

نقشبندی مجددی سلسلے والا اگر مکتوباتِ امام ربانی کا مطالعہ خود بھی کرے اور مریدوں کو بھی کرائے تو کبھی رافضی یا خارجی نہ بنے گا۔

چشتی نظامی سلسلے والا سبع سنابل اور حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی رحمہ اللہ کے ملفوظات کا مطالعہ کرے تو کبھی رفض میں مبتلا نہیں ہوگا۔

حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ تعالیٰ کا پیروکار آپ کی کتابوں عقل بیدار اور نور الھدیٰ میں چار یار کی تصریح دیکھے گا تو ہرگز رافضیت اور خارجیت کی طرف مائل نہ ہوگا بلکہ چار یار کے نعرے لگائے گا۔

حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''من کہ سنی دوست دارِ چار یارم'' یعنی میں سنی ہوں اور چاروں خلفاء کا محب ہوں (عقل بیدار صفحہ ۲۴۶)۔

واضح ہوا کہ صوفیاء کرام صلح کلی کے قائل نہیں بلکہ اسلام اور سُنّیت پر قائم اور اسی کے حق میں غیور تھے۔ اصحابِ صفہ جہاد میں پیش پیش ہوتے تھے، حضور غوثِ اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی تعلیمات وعمل، امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کا علمی لٹریچر، مجددِ الفِ ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا دینِ اکبری کو للکارنا وغیرہ اہلِ علم سے مخفی نہیں۔ جن لوگوں نے طریقت کا دائرہ مکمل نہیں کیا اور نزول و اتباعِ سنت کی دولت سے بہرہ یاب نہیں ہوئے ان سے درخواست ہے کہ گھر میں ہی تشریف رکھیں اور تبلیغ کو ہاتھ نہ ڈالیں۔

(۴)۔ آستانوں پر مشائخ کے صاحبزادگان اور خلفاء کے لیے ضروری ہے کہ شرعی علوم ضروریہ کے ساتھ ساتھ اپنے سلسلے کے اذکار و مراقبات، نفس کی اصلاح اور حصولِ استغناء تک ان کی تربیت کردی گئی ہو۔

(۵)۔ آستانوں پر حاضر ہونے والے زائرین کی تعلیم و تربیت کا کوئی نظام ہونا ضروری ہے، محض شیر چیتے بندر دکھا کر لوگوں کو مسخر کرنا دین کی خدمت نہیں۔ آستانے تو قَالَ اللہُ تَعَالٰی وَ قَالَ رَسُولُ اللہِ ﷺ کے مراکز ہوتے ہیں:

خوشا مسجد و مدرسہ خانقاہے
کہ در وے بود قیل و قالِ محمد

ترجمہ: کیا ہی بات ہے مسجد، مدرسہ اور خانقاہ کی، کہ ان میں سیدنا محمد ﷺ کے ارشاداتِ مبارکہ کی تعلیم دی جا رہی ہو۔

آج نیرنگیٔ زمانہ نے تنزلی کے اس مقام تک پہنچا دیا ہے کہ اہلِ علم کی بات تو چھوڑیے، خود اہلِ تصوف اپنوں سے ان الفاظ میں گلہ کر رہے ہیں:

"کَانَ التَّصَوُّف فِیمَا سَبَقَ حَقِیْقَةً بِلَا اِسْمٍ وَ الْیَوْمَ ھُوَ اِسْمٌ بِلَا حَقِیْقَةٍ یعنی ماضی میں تصوف محض نام نہیں تھا بلکہ ایک حقیقتِ ثابتہ تھی، مگر آج صرف تصوف کا نام باقی رہ گیا ہے حقیقت نہیں رہی (درر الرسائل للمرید السائل صفحہ ۳۶)۔

(۵)۔ عرس کے موقع پر لکی ایرانی سرکس، کتوں کی لڑائی، میوزیکل شو اور دیگر خرافات پر مبنی کوئی پروگرام ہرگز ہرگز نہ ہونے دیا جائے، یہ پروگرام اولیائے کرام کی تعلیمات اور مزارات کے تقدس کے منافی ہیں۔ ہمارے ہاں تصوف کی آڑ میں شام قلندر کے نام سے محافل منعقد کی جانے لگی ہیں، ان محافل میں ڈھول، ساز، ناچ، گانا، نشہ اور مرد و زن کا اختلاط ہوتا ہے، یہ سب امور شرعاً ناجائز ہیں، ایسی محافل میں جانا جائز نہیں اور ایسی محافل کا تصوف و شریعت دونوں سے کوئی تعلق نہیں۔

☆......☆......☆

(۸) تنظیمی اصلاحات

(ا)۔ تنظیم یا تحریک کی صورت میں دین کا کام کرنا بنیادی طور پر جائز اور مستحسن ہے۔لیکن اس میں دَر آنے والی خرابیوں کی اصلاح بھی نہایت ضروری ہے۔امتِ مسلمہ میں تیرہویں صدی تک باقاعدہ نام رکھ کر کسی عالم یا صوفی نے کوئی تنظیم نہیں بنائی جس میں صدر، نائب صدر اور سیکرٹری وغیرہ کے عہدے ہوں۔ یہ تنظیمیں محض تقریباً چودھویں صدی اوراس کے بعد منظر عام پر آئیں۔

اگلے بزرگوں کو نام کی بجائے کام سے غرض ہوتی تھی۔ آج کل کی رجسٹرڈ تنظیمیں اور تحریکیں جب اپنا منشور مرتب کرتی ہیں تو اسی میں اکثر باتیں جھوٹ اور رسمی خانہ پُری پر مبنی ہوتی ہیں۔ثانیاً: جب تنظیم اپنا کام شروع کرتی ہے تو اکثر عہدے داروں کا انتخاب صحیح نہیں ہوتا۔ثالثاً: عہدے دار حضرات بعض اوقات بشری تقاضوں کے سبب اپنے عہدے کا غلط استعمال کرتے ہیں، اس عہدے پر مغرور ہوتے ہیں، انہیں اس عہدے سے ہٹا دیا جائے تو اپنی الگ تنظیم بنا کر بیٹھ جاتے ہیں۔رابعاً: بعض تنظیمیں ہر مذہب و ہر مسلک کو شمولیت کی دعوت دیتی ہیں تو سازشی مذاہب کے لوگ فوراً ایسی تنظیموں میں داخل ہو جاتے ہیں اور تنظیم کے سربراہ کو اِن کی دلجوئی کے لیے بے جا رواداری کرنا پڑتی ہے۔ایسے لوگ اس کے لیے لوہے کے چنے ثابت ہوتے ہیں نہ کھا سکے نہ تھوک سکے۔خامساً: ایسی تحریکیں جب کچھ زور پکڑتی ہیں تو مسلمانوں کی اکثریت ان کے خلاف کھڑی ہو جاتی ہے اوراب وہ اپنے مشن پر کام کرنے کی نسبت زیادہ سے زیادہ ہمت اپنی تنظیم اور اپنے لیڈر کے ذاتی دفاع پر خرچ کرنے لگتے ہیں جس سے فسادات کے دروازے کھل جاتے ہیں۔سادساً: اسی موڑ پر آ کر حکومتی ایجنسیاں اور بین الاقوامی مبلغین کے پاس غیر ملکی خفیہ ایجنسیاں پہنچ جاتی ہیں اور what you want کا سوال اٹھاتی

ہیں۔اب قائدین حضرات کو اپنے کام میں ان گنت تبدیلیاں کرنا پڑتی ہیں، سیاست چھوڑنا پڑتی ہے یا مک مکا کرنا پڑتا ہے یا ملک چھوڑنا پڑتا ہے یا حکومتِ وقت کے گیت گانا پڑتے ہیں یا جہاد کا انکار کرنا پڑ جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔لیکن وہ اپنی مشکلات اپنے ساتھیوں کو صحیح صحیح نہیں بتا سکتے اور ان کے ساتھی بے خبری میں ان کے ہاتھوں ذلیل ہوتے رہتے ہیں۔سابعاً: فنڈز وغیرہ کی وصولی، لٹریچر کی تقسیم اور جلسے جلوسوں پر اخراجات اور بعض اوقات دوسرے لوگوں سے لڑائی جھگڑا مقدمہ بازی اخلاص کا کباڑہ کر کے رکھ دیتی ہے اور برکت اٹھ جاتی ہے۔

(۲)۔عصر حاضر میں اکثر ایسا ہو رہا ہے کہ جو شخص بھی اپنی تنظیم بناتا ہے اور اسکی قیادت سنبھالتا ہے وہ خود کوئی نہ کوئی نیا گل کھلا کر بیٹھ جاتا ہے۔حالانکہ قائد کیلئے ضروری ہے کہ کوئی ایسی نئی بات نہ کرے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت آپس میں دست و گریباں ہو جائے۔حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ شریف کو شہید کر کے دوبارہ بنیادِ ابراہیمی پر بنانا چاہتے تھے مگر فرمایا کہ میں ایسا نہیں کروں گا تا کہ میری امت فتنے میں مبتلا نہ ہو جائے (بخاری:۱۵۸۵)۔

(۳)۔ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ فرض کفایہ ہے مگر اسلامی انقلاب کا طریقہ کیا ہو گا یہ ایک نہایت نازک مسئلہ ہے جس میں تھوڑی سی بھی بے احتیاطی ہو جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت دونوں طرف سے نقصان اٹھا سکتی ہے۔اسی نزاکت کے پیش نظر آج تک اسلام کے نام پر کام کرنے والی تمام سیاسی جماعتوں نے انقلاب کا گرم راستہ اختیار کرنے کی بجائے انتخابی راستہ پسند کیا ہے۔امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مَا اَطَاقَتْهُ الْاَنْبِيَآءُ حَتّٰى عُقِدَتْ عَلَيْهِ مِنَ السَّمَآءِ یعنی اس کام کو انبیاء علیہم السلام نے بھی اس وقت تک ہاتھ نہیں ڈالا جب تک آسمان سے انہیں اس کا حکم نہیں ملا (احکام القرآن للجصاص جلد ۲ صفحہ ۳۴)۔

(۹)۔حکومت کی اصلاح

حکمران اگر علماءِ اسلام کو اقتدار نہیں سونپنا چاہتے تو چلیے انہیں ان کا اقتدار مبارک، لیکن ہماری چند گزارشات پر ہی عمل کرلیں تو قرونِ اولیٰ کے نیک حکمرانوں کی یاد تازہ ہوسکتی ہے۔صرف تخت بچانے کے لیے محتاط پالیسیاں وضع کرتے رہنا اور بقائے اسلام سے کوئی غرض نہ رکھنا اقتدار سے چھٹی کرتے وقت اور خصوصاً موت کے وقت سخت پچھتاوے کا سبب ہوگا۔ہماری گزارشات پر عمل کیجیے، انشاءاللہ آخرت بھی اچھی ہوگی اور زندگی بھر کے لیے اقتدار بھی نصیب ہوجائے گا۔

حکمران کے لیے ضروری ہے کہ متقی ہو اور اپنا مشیر صالح و تجربہ کار افراد کو بنائے ،عوام کو اپنی اولاد کی طرح سمجھے اور گناہ کا ارادہ تک ترک کردے۔راتوں کو اٹھ کر اپنی رعایا کے لیے دعائیں کرے اور مسلمانوں کے نیک لوگوں سے اپنے لیے دعائیں کرائے اور لوگ خود بھی اس کے لیے دعائیں کریں۔بس یہی فارمولا ہے جس کے بعد حکمران کے لیے کامیابی کی راہیں کھلتی ہیں بفضلہٖ تعالیٰ۔اب انشاءاللہ اس میں مکمل اسلامی نظام کے نفاذ کی جرأت پیدا ہوجائے گی۔اسلامی نظام کے لیے اہم نکات حسب ذیل ہیں:

(۱)۔اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِیْ وَالْيَمِيْنُ عَلَى الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ یعنی گواہی مدعی کے ذمے ہے اور قسم اٹھانا مدعیٰ علیہ کے ذمے ہے (ترمذی حدیث:۱۳۴۱)۔عدالت کے ۸۰ فیصد سے زائد مسائل کا حل اس حدیث میں موجود ہے۔

گواہوں پر جرح کرنا،حقیقتِ حال سے آگاہی کے لیے تحقیق وتفتیش کرنا اور مختلف سوالات کے ذریعے انکا جھوٹ واضح کرنا جائز ہے۔قریبی رشتہ دار گواہ نہیں بن سکتا اور کسی کے خلاف ذاتی دشمنی رکھنے والے کی گواہی بھی معتبر نہیں۔

(۲)۔غیر سودی معیشت اور بینکاری نہایت دلیری سے شروع کردی جائے تو تھوڑے عرصہ کی پیچیدگی کے بعد انشاءاللہ نظام سدھر جائے گا۔علماء اور ماہرین سے

راہنمائی قدم قدم پر حاصل کی جاسکتی ہے۔

(۳)۔میراث کی تقسیم کا اسلامی قانون کافی حد تک پہلے ہی اپنایا جاچکا ہے اس میں بعض مقامات پر اصلاح کی ضرورت ہے جسے علماء کی راہنمائی سے درست کیا جاسکتا ہے۔مزید کہیں اصلاح کی ضرورت ہوتو یہ کام ہرگز مشکل نہیں۔

(۴)۔عائلی قوانین،عدالتی طلاق اور خلع جیسی چیزیں شریعت کے مطابق نافذ کی جائیں اور اس موضوع پر فقہاء سے راہنمائی حاصل کی جائے۔

(۵)۔تھانے اور پولیس کا موجودہ نظام خالص ظلم کا نظام ہے۔اس کے تحت کسی کے خلاف پرچہ کٹوانے کے لیے حق پر ہونے کے باجود جھوٹ بولنا پڑتا ہے اور پرچہ خارج کروانے کے لیے بھی حق پر ہونے کے باوجود جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔سفارش، پریشر اور رشوت کی مصیبتیں الگ ہیں۔پولیس کا انتظامیہ کے ماتحت کام کرنا اصل خرابی پیدا کررہا ہے۔ضروری ہے کہ پولیس کامحکمہ عدلیہ کے ماتحت کام کرے،عدلیہ کے حکم سے ہی ملزم کو بلایا جائے،اسی کے حکم سے اسے گرفتار کیا جائے،اسی کے حکم سے حوالات میں رکھا جائے اور اسی کے حکم سے سزادی جائے۔

(٦)۔قانونی اور غیر قانونی ہر طرح کے اسلحہ پر پابندی لگادی جائے۔قدوری شریف میں ہے: فتنہ کے دنوں میں عوام کو اسلحہ بیچنا منع ہے(قدوری صفحہ ۲۲٦)۔

(۷)۔صرف پاکستانی مصنوعات کو رائج کیا جائے۔حاکم کو چاہیے کہ کم از کم ہر مہینے اپنی قوم کو علمی اور اصلاحی خطاب کرے یا کسی معتبر عالم سے خطاب کروائے اور ایک دلنشیں خطاب میں عوام کو اس طرف رغبت دلائے اور کفایت شعاری اور سادہ زندگی گزارنے کی درخواست کرے اور خود بھی اسی پر عمل کرے۔قلیل عرصہ بعد ایک روپے کو ڈالر کے برابر لانے میں آسانی ہوگی۔پھر کسی کی مرضی ہوتو ہمارے ساتھ کاروبار کرے ورنہ معذرت۔

(۸)۔مذکورہ تجاویز پر عمل پیرا ہو جانے کے بعد حکومت انشاء اللہ جہادی

تنظیموں کے سامنے خود بخود سرخرو ہو جائے گی۔ جہاد کرنا مسلمانوں پر فرض ہے اور اس کا انکار کفر ہے لیکن یہ حکومت کی ذمہ داری ہے اور انفرادی یا تنظیمی جہاد ہرگز جائز نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّةٌ یُقَاتَلُ مِنْ وَرَآئِہٖ وَ یُتَّقٰی بِہٖ یعنی حکمران ڈھال ہوتا ہے جس کی آڑ میں جنگ لڑی جاتی ہے اور اسی کے پیچھے چھپا جاتا ہے (بخاری حدیث: ۲۹۵۷، مسلم حدیث: ۴۷۷۲)۔

سوشل میڈیا پر بلاگرز کا فتنہ

حکومت کی ذمہ داری ہے کہ سوشل میڈیا پر بلاگرز کے فتنہ اور نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخیوں کا سختی سے نوٹس لے، بلکہ متعلقہ ادارے، خفیہ اداروں اور عدلیہ کی بھی ذمہ داری ہے کی اس فتنے کو روکنے کے لیے اپنا اپنا واضح کردار ادا کریں۔

ہمارے نبی کریم ﷺ کی عالم گیر نبوت، قرآن جیسے زندہِ جاوید معجزہ، اسلام کی وسیع ترین اور ہمہ پہلو تعلیمات کے سامنے جب ان لوگوں کا بس نہیں چلتا تو لاچار ہو کر بلاگنگ، گستاخانہ خاکوں اور گالی گلوچ کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ ہمارے پاک پیغمبر حضرت محمد مصطفی ﷺ نے ہمیں گالیاں نہیں بلکہ علم اور ادب سکھایا ہے۔ الحمدللہ ملحدین کے رد میں اہلِ اسلام کی طرف سے ''اسلام زندہ باد'' کے نام سے کتاب منظر پر آ چکی ہے۔

یورپ میں عریانی اور فحاشی کی یلغار، ڈیول چرچ Devil Church اور گستاخانہ خاکوں جیسی بد اخلاق اور انسانیت سوز حرکتیں لوگوں کو اسلام کی طرف راغب کرنے کا ذریعہ بن رہی ہیں۔ اللہ کی قسم بلا مبالغہ یہ بات حق ہے کہ اسلام ہی جیت رہا ہے اور مغربی دنیا مسلمان ہوتی چلی جا رہی ہے۔

رمضان شریف کے مہینے میں میڈیا پر مختلف ناموں کے میلے، تماشے اور رمضان کے تقدس کے منافی پروگرام کرنا غلط ہے اور ہم ایسے پروگراموں کی مذمت کرتے ہیں۔

☆......☆......☆

(۱۰)۔اصلاحِ عوام

تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ پانچ وقت کی نماز پڑھیں، قرآن شریف کی تلاوت کو اپنا معمول بنائیں۔نمازوں کے بعد خصوصاً صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد ذکرو درود و استغفار پڑھیں، خواہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ کو سب سے زیادہ وہ عمل پسند ہے جو ہمیشہ کیا جائے خواہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو، اتنا عمل کرو جسے نبھا سکو(بخاری:۶۴۶۵)۔اگر آپکے والدین یا ان میں سے کوئی ایک زندہ ہے تو اسکی خدمت کریں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مومنوں میں سب سے زیادہ کامل ایمان والا وہ ہے جو ان میں سب سے اچھے اخلاق والا ہے اور اپنے گھر والوں کے لیے سب سے زیادہ نرم دل ہے(ترمذی حدیث:۲۶۱۲، مسند احمد حدیث:۲۴۲۵۹)۔آپ کو نماز پڑھتا اور والدین کی خدمت کرتا دیکھ کر آپکی اولاد خود بخود نیک اور خدمت گزار بنے گی۔حقوق کا مطالبہ کرنے کی بجائے اپنے اپنے فرض کی ادائیگی کی طرف توجہ دیں۔

موت کو یاد رکھیں، موت کو یاد رکھنے والوں کے فیصلے اور اقدام ہمیشہ صحیح ہوتے ہیں، نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا: یارسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ سمجھدار کون ہے؟ فرمایا: جو سب سے زیادہ موت کو یاد کرتا ہے اور سب سے زیادہ موت کے لیے تیار ہے(المعجم الاوسط للطبرانی حدیث:۶۴۸۸)۔

بدمذہبوں اور بدعملوں کی صحبت سے دور رہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آدمی اپنے دوست کے مذہب پر ہوتا ہے، خوب غور کرلو تمہاری دوستی کس سے ہے(ابوداوٗد:۴۸۳۳، ترمذی:۲۳۷۸)۔عملیات کے ماہرین ٹھگوں سے دور رہیں۔تعویز اور دَم کے لیے صحیح العقیدہ باعمل علماء کے پاس جائیں۔

علمی خطابات کو پسند کریں۔محافل کو نتیجہ خیز اور فائدہ مند بنانے کی کوشش کریں۔ پیشہ ور نقیبوں اور نعت خوانوں کی بات کو مت اپنائیں جب تک علماء اس کی

تصدیق نہ کردیں۔علماءِ اسلام کے بارے میں حسن ظن سے کام لیں، حالاتِ حاضرہ میں سوشل میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا پر جو کچھ ہو رہا ہے، یہاں حکومت پر لازم ہے کہ اپنا کردار ادا کرے اور حکومتی کردار ہی ان حالات میں فائدہ مند ہو سکتا ہے۔ مگر افسوس کہ حکومت علماء کے ہاتھ میں نہیں ہے۔اب علماء کی اس بے بسی کے عالم میں ''مرتا کیا نہ کرتا'' کے مصداق یہ تحریر جو آپکے ہاتھ میں ہے خدارا اسے غنیمت سمجھیے اور اسکی قدر کیجیے۔ہم نے حتی المقدور اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔

اس تحریر کو شائع کرنے اور پھیلانے میں علماء کے شانہ بشانہ کھڑے ہو جایئے، نبی کریم ﷺ کی غلامی کا حق ادا کرنے میں اپنا کردار ادا کیجیے اور دنیائے کفر و باطل کو حیران کر دیجیے۔

علماء کے خلاف مجموعی اور انفرادی طور پر ہونے والے پراپیگنڈا سے متاثر نہ ہوں۔جن لوگوں نے انبیآء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خلاف حشر برپا کر رکھا ہے علماء ان کے سامنے کیا چیز ہیں۔علماءِ اہل سنت سے رابطہ رکھیں، جن علماء نے یہ تحریر مرتب کی ہے اور اسکی تائید فرمائی ہے انکے لیے خصوصاً علم، عمل، حکمت اور استقامت کی دعا کرتے رہیں۔علماء کے پاس کسی حکومت کی امداد، پشت پناہی اور فنڈنگ کی بجائے مخالفت اور حوصلہ شکنی انتہاء پر ہے۔ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل ، حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل، حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

☆......☆......☆

اہلِ سنت و جماعت کی نشأۃِ ثانیہ کے لیے چند نکات

(امامِ اہل سنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تحریر کا خلاصہ)

(1) عظیم الشان مدارس کھولے جائیں۔ با قاعدہ تعلیمی نظام ہو۔

(2) اہل اور لائق طلبہ کو وظائف ملیں کہ وہ تعلیمِ دین کی طرف مائل ہوں۔

(3) مدرسین کو اعلیٰ معیار پر تنخواہیں دی جائیں۔

(4) طلبہ کے طبعی رجحان کو جانچا جائے، جسے آج کل aptitude Test کہتے ہیں، ان کی طبیعت کا میلان دین کے جس شعبے کی طرف زیادہ ہو، انہیں اس شعبے کا متخصص بنایا جائے۔ اس طرح ہمارے پاس مختلف شعبوں کے ماہرین تیار ہوں گے یعنی مدرسین، مصنفین، واعظین اور حسبِ ضرورت مناظرین، پھر تصنیف اور مناظرے کے بھی کئی شعبہ جات ہیں۔

(5) ہر شعبے کے ماہرین کو معیاری تنخواہیں دے کر ملک بھر میں پھیلایا جائے تاکہ تحریر، تدریس، خطابت و وعظ اور مناظرہ الغرض ہر شعبے میں اشاعتِ دین کا کام اعلیٰ معیار پر جاری و ساری رہے۔

(6) مصنفین کو معقول اعزازیہ دے کر دینِ حق کی حمایت اور باطل مذاہب کے رد میں دلائلِ حقہ پر مبنی تصانیف کا اہتمام کیا جائے۔

(7) پھر ان تصانیف کو اعلیٰ معیار پر طبع کر کے ان کی اشاعت کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کیا جائے۔

(8) اہل سنت و جماعت کا ایک شعبہ نظارت ہو جو یہ طے کرے کہ کہاں کہاں کس شعبے میں ترجیحی طور پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔

(9) جو افراد مختلف شعبہ جات کے متخصص ہیں، لیکن اپنے معاشی مشاغل کی وجہ سے ان شعبہ جات میں خدمتِ دین کے لیے وقت نہیں نکال پا رہے، انہیں بیش بہا وظائف دے کر معاشی ضروریات سے مستغنی کیا جائے تاکہ ان کی قابلیت دین کے کام آئے۔

(10) دینی رسائل و جرائد اور اخبارات کا اجراء بھی ہر عہد کی ضرورت ہے، یہ علمی مواد بلا قیمت یا لاگت پر مہیا کیا جائے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۲۹ صفحہ ۵۹۹ بتسہیل)۔